علاج

کے

احکام ومسائل

تالیف

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ

ناشر

ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	علاج کے احکام ومسائل
مؤلف	:	مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب
کمپوزنگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
تعداد صفحات	:	٦٤
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سن اشاعت	:	۲۰۱۳ء
ناشر	:	ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحات
۱	حرفے چند	۸
۲	صحت کی اہمیت	۹
۳	صحت کی حفاظت	۹
۴	تفریحات	۱۲
۵	یوگا	۱۳
۶	علاج کی اہمیت	۱۳
۷	علاج کی شرعی حیثیت	۱۴
۸	مریض کی عیادت	۱۷
۹	عیادت کی حیثیت	۱۸
۱۰	عیادت کی فضیلت	۱۹
۱۱	مریض کی دل جوئی	۲۰
۱۲	غریبوں اور مسکینوں کی عیادت	۲۰
۱۳	دعاء کی درخواست	۲۰
۱۴	اچھے ڈاکٹر سے علاج	۲۱

۱۵	ایک سے زائد ڈاکٹر سے رجوع	۲۱
۱۶	ناواقف ڈاکٹروں سے علاج	۲۲
۱۷	پرائیویٹ ڈاکٹر	۲۲
۱۸	ڈاکٹر کی فیس	۲۳
۱۹	میڈیکل سائنس	۲۳
۲۰	علاج کے قدیم وجدید طریقے	۲۳
۲۱	معالجہ بالید (فیزیوتھراپی)	۲۴
۲۲	یونانی طریقہ علاج	۲۴
۲۳	ہومیوپیتھی طریقہ علاج	۲۵
۲۴	آیورویدک طریقہ علاج	۲۶
۲۵	پارامیڈیکل	۲۷
۲۶	ڈاکٹروں کے لیے اخلاقی ہدایات	۲۸
۲۷	دوائیں	۲۹
۲۸	جمادات	۲۹
۲۹	نباتات	۳۰
۳۰	عجوہ کھجور	۳۱
۳۱	پیاز	۳۱
۳۲	لہسن	۳۲
۳۳	کدو	۳۳

۳۴	چقندر	۳۴
۳۵	گاجر	۳۴
۳۶	کشمش	۳۵
۳۷	سفرجل	۳۵
۳۸	انار	۳۵
۳۹	کلونجی	۳۵
۴۰	شہد	۳۶
۴۱	تلبینہ	۳۷
۴۲	حریرہ	۳۷
۴۳	خبیص	۳۷
۴۴	زیتون	۳۸
۴۵	حیوانات	۳۹
۴۶	جانوروں سے حاصل شدہ دواء	۳۹
۴۷	حرام اشیاء سے علاج	۴۰
۴۸	ناپاک اشیاء سے علاج	۴۰
۴۹	زہر سے علاج	۴۱
۵۰	دواء کے طور پر خون کا استعمال	۴۱
۵۱	انسانی خون چڑھانا	۴۱
۵۲	خون کا عطیہ	۴۲

۵۳	بلڈ بینک کا قیام	۴۲
۵۴	اعضا کی پیوند کاری	۴۳
۵۵	آنکھوں کا عطیہ	۴۶
۵۶	گردہ کا عطیہ	۴۶
۵۷	الکحل ملی ہوئی دوائیں	۴۶
۵۸	پولیو	۴۷
۵۹	منع حمل	۴۸
۶۰	کمزوری یا بیماری کی صورت	۴۸
۶۱	معاشی تنگی	۴۹
۶۲	فیملی پلاننگ	۴۹
۶۳	بچے کی پرورش میں کمی کا خطرہ	۴۹
۶۴	بچوں میں وقفہ	۵۰
۶۵	نس بندی	۵۰
۶۶	ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش	۵۱
۶۷	اجنبی عورت کے رحم کو استعمال کرنا	۵۱
۶۸	بچے کی نسبت	۵۱
۶۹	اسقاط حمل	۵۱
۷۰	بچے کا موروثی مرض میں مبتلاء ہونا	۵۳
۷۱	بلا عذر اسقاط	۵۳

۷۲	علاج کو بند کرنا	۵۴
۷۳	آپریشن	۵۴
۷۴	علاج کی صورت میں بے پردگی	۵۵
۷۵	پوسٹ مارٹم	۵۶
۷۶	موٹاپے کے لئے دوا کھانا	۵۶
۷۷	وزن گھٹانا	۵۷
۷۸	قوت باہ میں کمی کے لئے دوا کا استعمال	۵۷
۷۹	اضافہ کے لئے دوا کا استعمال	۵۷
۸۰	دعاء تعویذ کے ذریعہ علاج	۵۹
۸۱	دعاء تعویذ کے شرائط	۶۰
۸۲	عورت کا دعاء تعویذ کرنا	۶۰
۸۳	دعاء تعویذ کی اجرت	۶۱
۸۴	جادو	۶۲
۸۵	جنات	۶۳
۸۶	صحت وعافیت کی دعا	۶۴

حرفِ چند

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم امابعد!

صحت ومرض دو الگ الگ چیز ہے لیکن یہ دو متضاد چیزیں انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہے، انسان صحت مند بھی رہے گا تو کبھی بیمار بھی پڑے گا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمت خداوندی کہا ہے، اور صحت وتندرستی کی حفاظت کرنے کی تعلیم دی ہے یہاں تک کہ صحت کو مال سے بھی زیادہ قیمتی بتلایا ہے، جسم وجان کا حق ادا کرنے اور صحت کو کمزور کرنے والے اعمال سے بچانے کے لیے مسلسل روزہ رکھنے یا اپنے آپ کو عبادت وریاضت میں ہر وقت تھکانے اور آرام نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارے جسم کا تمہارے اوپر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تمہارے اوپر حق ہے، تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس نے انسان کی فطری ضرورت کو مقدم رکھا، اسلام کی نگاہ میں وجود انسانی ایک امانت خداوندی ہے، اس لیے اس کی حفاظت کو ضروری قرار دیا، مگر اس کے باوجود انسانی بدن کے ساتھ بہت سے عوارض اور بیماریاں لگی رہتی ہیں، جس کے لیے اللہ نے انسانی جسم کے اندر غیر معمولی قوت مدافعت رکھی ہے، جو اس کی صحت پر اثر کرنے والے عوارض کا از خود مقابلہ کرتی ہے، مگر اس زبردست قوت مدافعت کے باوجود بھی، انسان مرض کا شکار ہوجاتا ہے اور بعض حالات میں اس پر بیماری کے اتنے زبردست حملے ہوتے ہیں کہ قوت مدافعت جواب دے دیتی ہے، ایسی حالت میں فوراً علاج کی فکر ہونی چاہئے۔ کیونکہ اللہ نے کوئی

بیماری ایسی پیدانہیں کی جس کے لیے شفاء نہ اتاری ہو۔یعنی ہر بیماری کی دواء ہے جب بیماری کے مناسب دواءمل جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے اس مریض کوشفامل جاتی ہے۔

علاج کی اسی اہمیت کے بناپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف یہ کہ علاج کرانا ثابت ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جو دوائیں رائج تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کو اس کے استعمال کرنے کے بارے میں بتاتے تھے اور علاج کی ترغیب بھی دیتے تھے،ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ بھی بتاتے تھے کہ اصل شفادینے والا تو اللہ ہی ہے،اس لیے اسی سے کامل ومکمل شفا طلب کرنی چاہئے۔

موجودہ زمانے میں جدید وقدیم میڈیسین کے ذریعہ علاج ومعالجہ رائج ہے،ظاہر ہے کہ تعلیم کے بغیر کوئی دواءنہیں دے سکتا ہے اس لیے ان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔اس علم کو حاصل کرنا نہ صرف مسنون ہے، بلکہ بعض اوقات میں واجب بھی ہوجاتا ہے۔

اس کتاب میں علاج سے متعلق احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کی ترتیب میں عزیزی محمد رضاء اللہ قاسمی نے تعاون دیا،مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی قاضی شریعت امارت شرعیہ،مولانا مفتی سعیدالرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے گہرائی کے ساتھ زیرنظر کتاب کو حرف بحرف پڑھااوراپنے مفید مشوروں سے نوازا۔اللہ جل شانہ ان سب کو اجر جزیل عطا کرے اور عوام وخواص کو اس کتاب سے مستفید ہونے کا موقع دے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اخیر میں، میں اللہ رب العزت دعا گوہوں کہ ہم سب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور بیماروں کوشفاءعطافرمائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

ناظم امارت شرعیہ بہار،اڑیسہ وجھارکھنڈ

۳۰؍جنوری ۲۰۱۳ء

صحت کی اہمیت

جو نعمت جتنی بڑی ہوتی ہے، اتنی ہی عام ہوتی ہے۔ صحت کی نعمت اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کی بیشمار مخلوق اس سے فیض یاب ہے۔ صحت کسی بھی جاندار مخلوق کی اصل حالت ہے، بیماری ایک عارض کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسان فطری طور پر صحیح وسالم پیدا ہوتا ہے اور فطری طور پر نشوونما پاتا ہے۔

اس نعمت خداوندی کا تقاضہ ہے کہ انسان صحت وتندرستی اور فرصت کے اوقات کو غنیمت سمجھے، اس کی قدر کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت وتندرستی، زندگی اور جوانی اور دولت کی حفاظت کرنے اور ان کی قدر کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"اغتنم خمسا قبل خمس: شبابک قبل هرمک، وصحتک قبل سقمک، وغناک قبل فقرک، وفراغک قبل شغلک، وحیاتک قبل موتک". (المستدرک للحاکم کتاب الرقاق: ۳۴۱/۴)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو ناداری سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے، اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

صحت کی حفاظت:

صحت وتندرستی سے بے احتیاطی اور غفلت کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے، بلکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ". (صحیح البخاری باب لاعیش الاعیش الآخرۃ کتاب الرقاق)

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں رہتے ہیں، ایک صحت، دوسری فرصت۔

حقیقت یہی ہے کہ وقت اور صحت کی نعمت سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں اور صحت وفراغ کے اوقات کو صحیح مصرف میں نہیں لاتے ہیں اور جب نعمت ختم ہوجاتی ہے تو کف افسوس ملتے ہیں۔

کچھ لوگ مال ودولت کے حصول میں اپنی صحت کا خیال نہیں کرتے حالانکہ صحت مال سے زیادہ اہم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کو مال سے زیادتی قیمتی بتاتے ہوئے فرمایا ہے:

"الصحة لمن اتقى الله خير من الغنى". (سنن ابن ماجہ کتاب التجارات)

اللہ کے متقی بندوں کے لیے صحت مالداری سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کو بہتر بنانے کی ترغیب دیتے ہوئے اور یہ کہ صحت اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے، فرمایا ہے:

"المؤمن القوى خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف". (صحیح مسلم باب الایمان بالقدر والاذعان لہ)

طاقت ور مؤمن بہتر ہے اور اللہ تعالی کو کمزور مؤمن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم وجان کا حق ادا کرنے اور صحت کو کمزور کرنے والے اعمال سے بچانے کے لیے مسلسل روزہ رکھنے یا اپنے آپ کو عبادت وریاضت میں ہر وقت تھکانے اور آرام نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"فان لجسدک علیک حقاوان لعینک علیک حقاوان لزوجک علیک حقا وان لزورک علیک حقا". (صحیح البخاری باب حق الجسم فی الصوم)

تمہارے جسم کا تمہارے اوپر حق ہے تمہاری آنکھ کا تمہارے اوپر حق ہے، تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے، تمہارے مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے۔

قیامت کے دن اللہ رب العزت بندوں سے اپنی ہر نعمت کے بارے میں پوچھے گا خصوصی طور پر جسمانی صحت کی نعمت کے بارے میں بھی پوچھے گا۔

"ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ". (سورۃ التکاثر: ۸)

ضرور تم سے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس لیے صحت کی حفاظت ضروری ہے اور اگر اسے بیماری لاحق ہو جائے تو اس کا علاج کرنا چاہیے اور اللہ جل شانہ سے صحت وعافیت کی دعاء بھی کرنی چاہیے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ایمانی قول نقل کیا ہے:

"وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ". (سورۃ الشعراء: ۸۰)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔

تفریحات:

صحت کی حفاظت کا ایک طریقہ تفریح ہے، یہ انسانی صحت کے لیے بہت ضروری ہے، اس سے انسان چستی اور خوشی محسوس کرتا ہے، صحت پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آدمی جب روزمرہ کے معمولات سے فارغ ہو کر تنہا یا دوست واحباب کے ساتھ پارکوں یا کھلی فضاء اور پرسکون ماحول میں جا کر چند لمحات گزارتا ہے، تو ایک طرح کی تازگی اور توانائی محسوس کرتا ہے اور تازہ دم ہو کر پھر اپنے کاموں پر لوٹ آتا ہے۔ اسلام انسان کے فطری تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتا، انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ جسم کو صحت مند وتندرست رکھنے کے لیے اپنے اوقات کو تفریحات جیسے چلنے پھرنے یا کھیل کود کے کاموں میں گذارے اور ان اوقات میں ناجائز امور کا ارتکاب نہ کرے، پردہ کا خاص خیال رکھے، بے حیائی کے کاموں اور عریانیت سے بچے۔

یوگا:

یوگا سنسکرت لفظ یوگ سے ماخوذ ہے، ہندومت کی روایات کے مطابق یہ ایک جسمانی اور روحانی نظم وضبط ہے، یہ طریقہ ورزش ہندوستان میں شروع ہوئی، یوگا ہندومت، بدھ مت اور جین مت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

یوگا اگر صرف اور صرف ورزش کے طور پر کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، بہتر یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے کیوں کہ اس ورزش میں عمومی طور پر ہندو، بدھ اور جین مت میں عبادت کا طریقہ اپنایا جاتا ہے اور یہ طریقہ مذہب کے ساتھ مخصوص بھی ہے اس لیے اس قسم کی ورزش سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ اس میں دوسری قوم سے تشبہ معلوم ہوتا ہے۔ شامی میں ہے:

"وکراهیة التشبه باهل البدع مقررة عندنا ایضاً لکن لامطلقا بل فی المذموم وفیما قصد به التشبه بهم الخ". (ردالمحتار:۶/۷۵۳)

ہمارے یہاں اہل بدعت کے ساتھ تشبہ کی ممانعت مطلقا نہیں ہے بلکہ مذموم فعل میں ہے یا یہ کہ اس سے تشبہ کی مقصد ہو۔

علاج کی اہمیت:

بہرحال اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس نے انسان کی فطری ضرورت کو مقدم رکھا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسانی وجود ایک امانت خداوندی ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت ضروری ہے اور اس کی حفاظت کے لیے جو ضروری اقدامات ہیں ان پر عمل کرے۔ مگر ان کے باوجود انسانی بدن کے ساتھ بہت سی بیماریاں لگی رہتی ہیں، گرچہ اللہ نے ان بیماریوں سے حفاظت کے لیے انسانی جسم کے اندر غیر معمولی قوت مدافعت رکھی ہے، جو اس کی صحت پر اثر کرنے والے عوارض و اثرات کا از خود مقابلہ کرتی ہے، مگر اس زبردست قوت مدافعت کے باوجود، انسان مرض کا شکار ہو جاتا ہے اور بعض حالات میں

اس پر بیماری کے اتنے زبردست حملے ہوتے ہیں کہ انسانی قوت مدافعت جواب دے دیتی ہے، ایسی حالت میں فوراً علاج کی فکر ہونی چاہیے۔

جسم کی حفاظت کے لیے علاج نہ صرف جائز ہے، بلکہ بعض حالات میں واجب ہوجاتا ہے۔اسی لیے احادیث میں علاج کی ترغیب دی گئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اہمیت کو بتاتے ہوئے فرمایا ہے:

"ماانزل الله داء الا انزل له شفاء". (صحیح البخاری ماانزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء)

اللہ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لیے شفا بھی اتاری ہے۔

مگر علاج کے ساتھ اس کا یقین ضروری ہے کہ اللہ جل شانہ بیماری سے شفاء دینے والے ہیں اور دوا صرف سبب کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔(فتاوی ہندیہ:۲۵۴/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء باذن الله". (صحیح مسلم باب لکل داء دواء واستحباب التداوی)

ہر مرض کی دوا ہے جب دوا (بیماری سے) لگ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے صحت مل جاتی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''ہر مرض کی دواء ہے'' مریض اور طبیب دونوں کے لیے تقویت کا باعث ہے اس کی وجہ سے طبیب دواء کی تلاش میں رہے گا اور مریض کو یہ احساس بھی نہیں ہوگا کہ اس کا مرض لاعلاج ہے بلکہ علاج ممکن ہے جس سے وہ اپنے اندر نفسیاتی طور پر بیماری پر غالب آنے والی توانائی وطاقت محسوس کرے گا اس لیے بیماروں کو تسلی دینی چاہیے ان کو مایوس نہیں کرنا چاہیے''۔(الطب النبوی:۱۰۷)

علاج کی شرعی حیثیت:

علاج کے بارے میں اسلام کا حکم واضح ہے کہ بیمار کوئی بھی ہو وہ علاج کی فکر کرے

اور اپنی صحت کی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کچھ لوگوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''اے اللہ کے بندو، علاج کراؤ اس لیے کہ اللہ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کے لیے شفاء اور دواء بھی پیدا کی ہے، سوائے ایک بیماری کے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے، فرمایا: بڑھاپا''۔ (سنن ابی داؤد باب الرجل یتداوی)

صحت مند شخص ہی اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر ادا کرتا ہے اس لیے کسی شخص پر اگر بیماری کا حملہ اتنا شدید ہو کہ دیگر واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہو تو اس صورت میں اس پر علاج کرانا واجب ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''اگر دواء کو سبب جان کر اور خدا کو اصل شافی یقین کر کے علاج کرایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں''۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۲/۲۵۴)

اس لیے کہ صحت کی حفاظت کے لیے اسباب وذرائع کا اختیار کرنا حالات وضرورت کے لحاظ سے جائز بھی ہو سکتا ہے، مستحب اور واجب بھی۔

کچھ لوگ علاج کرانے کو صبر ورضاء الٰہی کے خلاف تصور کر کے اس شبہ پیدا کرتے ہیں، ایسے علاج سے انکار کرنے والوں کے شبہات کا قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''احادیث سے اس کی تردید ہوتی ہے کہ اللہ پر توکل کرنا چاہئے، (ان کے بقول) دوا علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے کہ جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے کہ اللہ کی ہی مشیت سے ہر کام ہوتا ہے علاج بھی اسی کی مشیت کے تحت ہے اس کا اختیار کرنا بطور اسباب ووسائل کے ہے اور یہ تقدیر کے منافی نہیں ہے''۔ (نووی شرح صحیح مسلم: ۲/۲۲۵)

بیماروں کے علاج میں جن دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم مشروع اور جائز اشیاء سے علاج کرنا ہے، اس قسم کو شارع نے

پسند کیا ہے اوراس سے مرادوہ علاج ومعالجہ ہے جس کے بارے میں مخصوص نصوص اورحدیث واردہوئی ہے مثلاقرآن پڑھنے،زمزم پینے،شہداستعمال کرنے،عجوہ کھجورکھانے،کلونجی استعمال کرنے سےعلاج ہے،یہ طریقہ تحسن اورصحیح ہے۔

(۲) دوسری قسم مباح اشیاء سے علاج ہے،مباح اشیاء سے مرادیہ ہے کہ اس سے علاج کے بارے میں اگرچہ کوئی نص قرآن وحدیث کی نہیں ہے اورنہ ہی اس کے بارے میں ممانعت آئی ہے کہ اس سے علاج ومعالجہ ناجائز ہے،ایسی دواؤں سے علاج کرنایاکراناازروئے شرع جائزہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے:

''ہاں علاج کرو،اس لیے کہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے دواء بھی اتاری ہے، جواسے جانتا ہے جانتاہے اور جونہیں جانتانہیں جانتاسوائے موت کے''۔(مسنداحمدمسنداسامہ بن شریک:۳۹۶/۳۰)

(۳) تیسری قسم ان دواؤں سے علاج ومعالجہ کرناجسے شریعت میں حرام قراردیاگیاہے،کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام اشیاء کے ذریعہ علاج سے منع فرمایاہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے:

''اللہ نے بیماری نازل کی ہےتواس نے اس کی دواءبھی نازل فرمائی ہےاورہربیماری کی دواءبنائی ہےلہذادواءداروکرلیاکرولیکن کسی حرام کردہ چیز سے دواءعلاج نہ کرو''۔(سنن ابی داؤدباب فی الادویۃ المکروھۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ سےتعلیقامنقول ہےکہ فرمایا:

''اللہ نےتمہاری شفاءکسی ایسی چیز میں نہیں رکھی جسےاس نےحرام کردکھاہے''۔(صحیح للبخاری تعلیقاً)

حرام اشیاء سےعلاج کی بھی دوقسمیں ہیں:

(الف) شارع نےکسی خاص ومتعین چیز کےساتھ علاج کوحرام قراردیاہوجیساکہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دواء کے لیے شراب تیار کرنے والے سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''یہ دواء نہیں بلکہ یہ تو خود بیماری ہے''۔(صحیح مسلم باب تحریم التداوی بالخمر)

اسی طرح ایک طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی چیز کی دواء کے طور پر مینڈک کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس غرض سے اس کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔(سنن النسائی)

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ علاج کسی ایسی چیز پر مشتمل ہو جو کہ نجس وحرام ہے جیسے جیسے بعض مردار جانوروں کے مختلف اعضاء جسم سے حاصل کردہ چیزیں مثلاً مردہ گائے کے پھیپھڑے، خنزیروں کی انتڑیوں کے مخاطی (رینٹھ والے) حصے اور گھریلو پالتو گدھوں کے پیشاب یا گدھیوں کا دودھ۔

یا یہ صورت کہ وہ طریقہ علاج ہی شرعی طور پر حرام ہے۔ کیوں کہ حصول شفاء کی غرض کو پانے کے لیے یہ چیزیں کسی حرام وسیلے کو جائز اور درست نہیں کرسکتی ہے۔

مریض کی عیادت:

مریض کو دیکھنے اور اس کی تیمارداری کے لیے جانا عیادت ہے، اس کے مفہوم میں مزاج پرسی، دل جوئی، خدمت اور دیکھ بھال بھی ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان بیماری سے گھبراتا ہے، لیکن اس کے باوجود صحت مند سے صحت مند آدمی کبھی نہ کبھی بیمار پڑ ہی جاتا ہے، چھوٹی موٹی اور عارضی نوعیت کی بیماری بھی بعض اوقات مسائل پیدا کردیتی ہے، بعض لوگ تو مستقل ہی بیمار رہتے ہیں۔ اس لیے جس شخص کو صحت وتندرستی حاصل ہو اس کے دین واخلاق کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ان لوگوں کے ساتھ لطف ومحبت اور ہمدردی کا رویہ اختیار کرے جو کسی مرض میں مبتلاء ہیں اور صحت کی نعمت سے محروم ہیں، یہی عیادت کی حقیقت ہے۔

مریض کی عیادت میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار، دوست ودشمن، ہندو مسلم، سکھ، عیسائی، بدھ، جین تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ احادیث میں عیادت کی بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع کیا ان میں سے دو باتیں یہ تھیں ایک یہ کہ ہم جنازے کے پیچھے چلیں دوسری یہ کہ ہم مریض کی عیادت کریں۔ (صحیح البخاری باب الامر باتباع الجنائز)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی". (صحیح البخاری باب وجوب عیادۃ المریض)

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدیوں کو چھڑاؤ۔

بہرحال شریعت کی تعلیمات کو دیکھیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت کی حفاظت کرنا، بیمار ہونے کی صورت میں اپنا اور اہل وعیال کا علاج کرانا اور مریضوں کی عیادت کرنا، دواء اور علاج کے طریقوں کو سیکھنا مطلوب ہے، بلکہ موجودہ عہد میں اس کام کے لیے اسپتال قائم کرنا، دواء علاج کا نظم کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا کارنیک اور اجر آخرت کا بڑا وسیلہ ہے اور یہ صدقہ جاریہ کے حکم میں بھی ہے۔

عیادت کی حیثیت:

مریض کی عیادت اکثر علماء کے نزدیک اصلا مستحب ہے، لیکن بعض کے حق میں وہ واجب بھی ہوسکتی ہے۔ بعض لوگوں نے اسے فرض کفایہ بھی کہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا، قیدیوں کو چھڑانا سب سے پہلے تو ان لوگوں کا فرض ہے جو اس کے عزیز وقریب ہیں اگر وہ موجود نہ ہوں یا قابل نہ ہوں تو

بالترتیب یہی فرض دوسروں پر عائد ہوتا چلا جاتا ہے۔اسی طرح مریض کی عیادت اورخدمت اس کے قریب ترین افراد پرواجب ہے اگروہ اس فرض کو پورا نہ کرسکیں تو یہ پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ اسے پورا کرے۔اس میں کوتاہی اورغفلت سے مجرم قرار پائیں گے لیکن اس ذمہ داری کواٹھانے والے موجود ہوں تو دوسروں سے اس کا وجوب ساقط ہوجائے گا،عیادت اورمزاج پرسی مسنون اور مستحب رہ جائے گی۔

عیادت کی فضیلت:

مریض کی دل جوئی ،ہمدردی اورعیادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی سنت ہے،ایک مؤمن کی ترغیب کے لیے یہی کافی ہے پھربھی احادیث میں اس کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں،رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے:

”ان المسلم اذا عاد اخاه المسلم ، لم يزل فى خرفة الجنة حتى يرجع“. (صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض)

بےشک مسلمان جب اپنے بھائی کی عیادت کرتاہےتواس کے وہاں سے واپس ہونے تک جنت کے پھلوں میں رہتاہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے:

”ما من مسلم يعود مسلما غدوة الاصلى عليه سبعون الف ملك حتى يمسى وان عاده عشية الاصلى عليه سبعون الف ملك حتى يصبح وكان له خريف فى الجنة“. (سنن الترمذی باب ماجاءفی عیادۃ المریض)

جومسلمان بھی کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتاہےتوستر ہزار فرشتے شام تک اس پررحمت کی دعاءبھیجتے ہیں،اگروہ شام کے وقت اس کی عیادت کرتاہےتوستر ہزارفرشتے صبح تک اس پررحمت کی دعاءبھیجتے ہیں اورجنت میں اس کے لیے پھل ہوں گے۔

مریض کی دلجوئی:

مریض کی عیادت کے وقت خدمت سے زیادہ دل جوئی، تسلی اور تشفی دینی چاہیے اور صحت کی امید دلانی چاہیے اگر اس کا موعود آ گیا تو اس سے وہ ٹل نہیں سکتا البتہ اسے ایک طرح کا سکون اور اطمنان محسوس ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

" اذا دخلتم على المريض فنفسوا له في اجله فان ذلک لا يرد شيئا ويطيب نفسه ". (سنن ابی داؤد باب کیف الرقی کتاب الطب)

جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اسے زندگی کی امید دلاؤ یہ ہونے والے واقعہ کو روک نہیں سکتا ہے البتہ وہ اس سے خوشی محسوس کرے گا۔

غریبوں اور مسکینوں کی عیادت:

عیادت میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ عیادت صرف ملداروں کی نہ کی جائے بلکہ غریبوں اور مسکینوں میں کی بھی کی جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں اور مسکینوں کی عیادت کرتے تھے۔حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعود المساكين ويسأل عنهم". (سنن النسائی باب الاذان بالجنازۃ کتاب الجنازۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کی عیادت فرماتے اور ان کے حالات دریافت فرماتے تھے۔

دعاء کی درخواست:

عیادت کے دوران مریض سے دعاء کی درخواست کرنی چاہیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اذا دخلت على مريض فمره ان يدعو لک فان دعاءه کدعاء

الملائكة". (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی عیادۃ المریض)

جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعاء کرے اس لیے کہ اس کی دعاء فرشتوں کی دعاء کی طرح ہے۔

اچھے ڈاکٹر سے علاج:

علاج کی اہمیت کی بناپر شریعت میں ترغیب دی گئی ہے کہ اچھے اور ماہر طبیب سے علاج کرایا جائے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ کیا ہم علاج کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں علاج کرو، اس لیے کہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے دواء بھی اتاری ہے، جو اسے جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا نہیں جانتا سوائے موت کے"۔ (مسند احمد مسند اسامہ بن شریک: ۳۰/۳۹۶)

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بیماری کا علاج معلوم کرنا چاہئے اور علاج اچھے اور واقف کار ڈاکٹرس سے کرانا چاہئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معالجوں سے دریافت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"تم دونوں میں سے کون طب کی زیادہ واقفیت رکھتا ہے"؟ (موطا امام مالک باب تعالج المریض)

ایک سے زائد ڈاکٹر سے رجوع:

بعض حالات میں مرض کی تشخیص یا عیادت کرنے والوں کو ایک ڈاکٹر پر اطمینان نہیں ہو پاتا ہے خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ بدن کے ہر حصہ اور مرض کے لیے الگ الگ ماہر ڈاکٹر ہوتے ہیں، ایک سے زائد طبیب یا ڈاکٹر سے رجوع کرنا، صلاح ومشورہ کرنا اور علاج کرانا درست ہے۔

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو مختلف ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا تھا''۔(مسند احمد:۱/۴۲۸)

ناواقف ڈاکٹروں سے علاج:

علاج کی اہمیت کی بناء پر اسلام میں طب کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ناواقف کو علاج کرنے سے روکا گیا ہے۔ بلکہ اگر ناواقف ڈاکٹر بن جائے اور علاج کرنے لگے اور اس کے غلط علاج سے کسی کی موت ہوجائے تو وہ دیت کا ضامن ہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''طب کو اچھی طرح نہ جاننے کے باوجود جس نے علاج کیا اور وہ اس سلسلہ میں متعارف نہیں تھا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا''۔(سنن ابی داؤد باب فیمن تطیب بغیر علم فاعنت)

امام خطابی رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

میرے علم کی حد تک اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور عملی طور پر طب سے واقف نہیں ہے اس کے علاج سے اگر مریض ختم ہوجائے تو اسے دیت (۱۔دیت ایک فقہی اصطلاح ہے یہ غلطی سے کسی انسانی جان کو ختم کرنے لیے مالی تاوان عائد کرنے کو کہتے ہیں،اس کی حد متعین ہے۔) دینی ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے قریبی رشتہ دار اور ورثاء اٹھائیں گے البتہ اس سے قصاص (۲۔قصاص کہتے ہیں انسان کو قتل کرنے والے شخص کو اس کی سزا میں سزائے موت دینے کو۔) نہیں لیا جائے گا اس لیے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کرسکتا تھا۔(معالم السنن:۴/۳۹)

پرائیویٹ ڈاکٹر:

موجودہ دور میں جب کہ مریض اور ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اب مختلف شہروں میں علاج کے لیے کسی خاص ڈاکٹر کو متعین کیا جاتا ہے۔اس کو فیملی یا پرائیویٹ

ڈاکٹر کہتے ہیں ایسا کرنا درست ہے،اوراہل خاندان کی صحت کو برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تین غلام تھے جو پچھنا لگانے کے فن سے واقف تھے۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے ان میں سے دوکو اپنے اور گھر والوں کے لیے غلہ کا انتظام کرنے پر متعین کردیااورایک کو بوقت ضرورت پچھنا لگانے کے کام پر لگادیا''۔(سنن الترمذی باب ماجاءفی الحجامۃ)

ڈاکٹر کی فیس:

موجودہ دور میں ڈاکٹر حضرات صرف مرض کی تعیین وتشخیص کرکے دواءلکھ دیتے ہیں اوراس کی فیس لیتے ہیں،شریعت میں اس کی اجازت ہے۔کیوں کہ کسی بھی کام کے لیے اپنے علم ودماغ کا استعمال کرنا ایک خدمت ہے اورخدمت کے لیے فیس متعین کرنا درست ہے۔

میڈیکل سائنس:

میڈیسین،علم سائنس کا وہ شعبہ ہے جس کے ذریعہ انسانی بدن کے حالات،صحت ومرض معلوم کئے جاتے ہیں اورمرض کے مطابق علاج تجویز کیا جاتا ہے۔

قدیم وجدید طریقہ علاج:

مختلف ملکوں اورزمانوں میں علاج کے طریقے رائج رہے ہیں ان میں معالجۃ المثلہ (طب یونانی)،معالجہ بالید(Chiropratic)،آیورویدک،معالجہ فطریہ،معالجہ عظمی،چینی ،جاپانی طریقہ علاج،حیاتیاتی معالجات،معالجہ جسم وذہن،بادستکاری معالجات اورمعالجات توانائی کواس دورمیں طب متبادل کے طورپراپنایاجارہاہے، ایلوپیتھی(Allopathy)طریقہ موجودہ دورمیں سب سے رائج اوروسیع ترہے،اس

طریقہ علاج میں ایسی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں جو مرض کے متضاد ہو، اسے معالجہ بالضد بھی کہا جاتا ہے۔

معالجۃ بالید (فیزیوتھراپی):

اس کو انگریزی میں Chiropratic کہتے ہیں اس میں بیماری کو دور کرنے کے لیے ہاتھوں کے ذریعہ مالش کر کے ہڈیوں وجوڑوں کی مرمت کی جاتی ہے۔ اسے لیے اس کا نام معالجہ بالید رکھا گیا ہے۔ موجودہ دور میں یہ کام مختلف مشینوں کے ذریعہ بھی لیا جاتا ہے۔

فیزیوتھریپی کے طریقہ علاج کی شرعا اجازت ہے البتہ خواتین کا علاج خواتین کے ذریعہ کیا جائے تا کہ بے پردگی نہ ہو اور نہیں ہاتھوں سے چھونے کا گناہ ہو۔ اسی طرح مرد کا علاج مرد ہی کے ذریعہ کیا جائے تا کہ مذکورہ بالا گناہ نہ ہو۔

یونانی طریقہ علاج:

یونانی کا لفظ دراصل Ionian کی عربی زدہ صورت ہے جس کے معنی Greek یا یونان کے ہیں، اس کو حکمت بھی کہا جاتا ہے، طب یونانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ قبل مسیح ۳۷۷ر تا ر ۴۶۰ کے زمانہ تک لے جاتی ہے جب بابائے طب بقراط نے ایسے مقالات ودانش نامے تحریر کئے جس میں انہوں نے طب کے لیے بنیاد بننے والے اصولوں کو ایک مضبوط اور مرتکز مقام دیا۔

طب یونانی کو یونانی اور حکمت سے بھی پکارا جاتا ہے، آج ایک ایسا طریقہ بن چکا ہے جس پر شاید ہر ملک میں طب متبادل کا ٹھپہ لگایا جا سکتا ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ حکمت نے اپنے آپ کو تبدیل کرنے اور نئی تخلیق میں اپنی رفتار سست کر لی ہے جس کی وجہ سے اسے واقعی طب کے اولین انتخابات کے طور پر نہیں اپنایا جا سکتا ہے کہ اس

میں مختلف امراض کا اس قدر یقینی علاج نہیں ہے جس طرح طب مغرب (werstern medicine) میں ہے، یہی وجہ ہے کہ آج اسے طب متبادل کے طور پر اپنایا گیا، اگر اس شعبہ میں تخلیق اور ترقی کی رفتار کو تیز کیا جائے تو اس کے ذریعہ جراحی سمیت تمام معالجات ممکن ہو سکے گا جو موجودہ میڈیسین کے ذریعہ ممکن ہے۔طب یونانی طب نبوی سے ہم آہنگ بھی ہے۔

ہومیو پیتھی طریقہ علاج:

Homeopathy کو عربی میں معالجۃ المثلہ کہا جاتا ہے اس میں امراض کی خاطر قلیل مقدار میں ایسے ادویاتی نسخے استعمال کئے جاتے ہیں جن کا زیادہ مقدار میں استعمال عام افراد میں وہی مرض پیدا کرتا ہے کہ جس کے علاج کے لیے وہ نسخہ ہو اسی لیے اس کو معالجۃ المثلیہ (علاج مثل) کہا جاتا ہے۔

ہومیو پیتھک دواؤں کے بارے میں عام طور پر یہ تصور ہے کہ اس میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، لیکن تحقیق کے معلوم کر لیا گیا ہے کہ ہومیو پیتھک دواؤں انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً گیہوں، جو، چمیلی اور دیگر پھولوں اور سبزیوں سے کشیدہ ہوتی ہے، اور اس قسم کے چیزوں سے تیار کردہ الکحل کے استعمال میں علماء کا اختلاف ہے، اس لیے اس قسم کی ہومیو پیتھک یا ایلو پیتھک دوائیں استعمال کرنا مطلقا ناجائز نہیں ہے، بلکہ اس کے استعمال کی گنجائش ہے، البتہ ایسی دواؤں کے استعمال سے پرہیز بہتر ہے۔

"وبھذا تبین حکم الکحل المسکرۃ التی عمت بھا البلویٰ الیوم فانھا تستعمل فی کثیر من الادویۃ والعطور المرکبات الاخریٰ فانھا ان اتخذت من العنب او التمر فلا سبیل الی حلتھا و طھارتھا و ان اتخذت من غیرھا فالامر سھل علی مذھب ابی حنیفۃ ولا یحرم استعمالھا للتداوی

اولاغراض اخریٰ مالم تبلغ حدالاسکار لانہاتستعمل مرکبۃمع المواد الاخریٰ ولایحکم بنجاستہااخذابقول ابی حنیفۃ الخ“۔ (تکملۃ فتح الملہم:۶۰۸/۳)

اس سے اس کحل مسکر کا حکم معلوم ہوگیا کہ جس میں عموم بلویٰ ہے کہ بہت ساری دواؤں اورعطریات میں استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر وہ انگوراور کھجور سے بنایا گیا ہے تو اس صورت اس کی حلت اور طہارت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر ان کے علاوہ سے بنایا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق معاملہ آسان ہے اس کا دواء اور دوسرے چیزوں استعمال جائز ہے جب تک کہ اس میں نشہ نہ آجائے،اس لیے کہ وہ دوسری چیزوں سے ملاکر تیار کیا جاتا ہے،امام صاحب کے قول پرعمل کرتے ہوئے اس کی ناپاکی کا حکم نہیں لگا جاسکتا ہے۔

آیورویدک طریقہ علاج:

آیورویدک یہ ہندوستانی طریقہ علاج ہے جس میں درخت کے پتوں،جڑی بوٹیوں سے دوائیں بنائی جاتی ہے اوران دواؤں میں عموماً سونا،چاندی،سیسہ اور دیگر دھاتیں ملائی جاتی ہیں۔سونا،چاندی اور دیگر دھاتیں چونکہ زمین کی جنس سے ہے،اس لیے مٹی کا جوحکم ہوگا وہی حکم ان دواؤں کا ہوگا،مٹی کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر مٹی کھانامضر ہوتو اس کا کھانا شرعاً ممنوع ہے اوراگر مضر نہیں تو اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں لہذا سونا،چاندی یا دیگر دھاتوں کے کھانے بھی یہی حکم ہوگا۔فتاویٰ عالمگری میں ہے:

”وسئل بعض الفقہاء عن اکل الطین البخاری ونحوہ قال لاباس بذلک ان کان لایضرو کراہیۃاکلہ لاللحرمۃ بل لتہییج الداء“۔ (فتاویٰ ہندیہ:۳۴۱/۵،کتاب الکراھیۃ،الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل ومایتصل بہ)

بعض فقہاء سے بخاریٰ وغیرہ کی مٹی کے کھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ مضر نہ ہو اور اس کے کھانے کی کراہیت حرمت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بیماری کے اندیشہ کی وجہ سے ہے۔

اگر ان دواؤں میں غیر مسلم وید جنتر منتر کریں تب بھی اس کی وجہ سے دوائیں حرام قرار نہیں پاتیں اگر مسلمان وید ان دواؤں پر آیت قرآنی اور احادیث شریفہ سے ماخوذ دعائیں پڑھتا ہے تو یہ ایک مستحسن عمل ہے:

"عوف بن مالک قال کنا نرقی فی الجاهلیۃ فقلنا یا رسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لا باس بالرقی مالم تکن شرکاً". (سنن ابی داؤد کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری تعویذ میرے پاس پیش کرو، تعویذ میں شرکیہ جملہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

لہذا اگر آیورویدک دواؤں میں اگر کوئی حرام چیز شامل نہ کی جاتی ہو تو اس کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔

پارامیڈیکل:

یہ میڈیکل سائنس کے میدان میں ایک ایسا عمل ہے جو ایمرجنسی صورت حال میں اسپتال سے پہلے کی لازمی وابتدائی طبی خدمات فراہم کرتا ہے، اس کام کو انجام دینے والے کو پارامیڈک کہتے ہیں، عام طور پر پارامیڈیکل کی خدمات ہڈیوں کی تکلیف، فریکچر، نسوں کے کھچاؤ وغیرہ میں ہوتی ہے۔ اس طریقہ علاج کے بھی فوائد بے شمار ہیں۔ پارامیڈک شخص سے پردہ شرعی کی رعایت کے ساتھ مریض مرد کا علاج

کیا جاسکتا ہے، مریض عورتوں کے علاج میں کچھ ضروری قیود وشرائط کے ساتھ جائز ہے، بہتر ہے کہ عورت پارامیڈک سے علاج کروایا جائے۔

ڈاکٹروں کے لیے اخلاقی ہدایات:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سیمنار میں غور وفکر اور تبادلہ خیالات کے بعد ڈاکٹروں کے اخلاقیات سے متعلق درج ذیل تجاویز منظور کیے گئے ہیں:

(۱) علاج کرنے کا حق اس شخص کو حاصل ہے جو فن کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار ہو اور اس علم اور تجربہ کی کسی مستند ومعتبر ذریعہ نے تصدیق کی ہو صحیح علم وتجربہ کے بغیر علاج ومعالجہ کرنا جائز نہیں۔

جس شخص کو علاج ومعالجہ کی اجازت نہیں ہے اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو ضمان عائد ہوگا۔

(۲) اگر کسی مستند معالج نے علاج میں کوئی کوتاہی کی اور اس کی وجہ سے مریض کو ضرر پہنچ گیا تو معالج ضامن ہوگا۔

(۳) اس طرح قدرت کے باوجود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر مریض کا آپریشن کردے اور آپریشن مضر یا مہلک ثابت ہو تو ضمان لازم آئے گا۔

(۴) اگر مریض بے ہوش ہے اور اس کے اولیاء وہاں موجود نہ ہوں اور ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کی جان یا عضو کی حفاظت کے لیے فوری آپریشن ضروری ہے اور اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کردیا مگر مریض کو نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔

(۵) اگر کسی شخص کے رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلاء ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد مخطوطہ عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگی، ڈاکٹر کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کا علم ہے اس صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی ڈاکٹر سے ملاقات کر کے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں رشتہ نکاح کے حوالہ سے مریض کی صحیح صورت

حال معلوم کرنا چاہیں تو ڈاکٹر کے لیے ضروری ہے کہ صحیح صورت حال کی خبر دیدے لیکن ڈاکٹر سے اگر اس بارے میں عورت یا اس کے اولیاء نے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ عورت یا اس کے اولیاء کو اس مرض یا عیب کی اطلاع دے۔

(٦) ڈرائیور کی بینائی کے متاثر ہونے کی صورت میں ڈاکٹر پر ضروری ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کردے، اسی طرح ہوئی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین وبس کا ڈرائیور اگر نشہ کا عادی ہو اور اس سے مسافروں کو خطرہ لاحق ہو تو ڈاکٹر پر لازم ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو آگاہ کردے۔

(٧) اگر ڈاکٹر کو اپنے مریض کے جرم کی اطلاع ہو اور جرم میں کوئی بے گناہ شخص ماخوذ ہو رہا ہو تو اس بے گناہ شخص کی براءت کے لیے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، راز داری سے کام لینا اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔

دوائیں:

علاج کی اہمیت سے دواء کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے، علاج کے علم کی طرح دواسازی کا فن بھی انتہائی اہم ہے اور اسے سیکھنا ضروری ہے اگر عہد نبوی کو دیکھیں تو علاج کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کچھ دوائیں رائج تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف امراض میں انہیں استعمال کرنے کا حکم فرماتے تھے جن دواؤں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا ہے ان کے ذریعہ علاج کرانا مستحب ہے۔

موجودہ دور میں علاج کے لیے مختلف قسم کے ادویہ استعمال کئے جاتے ہیں اور آئندہ بھی کئے جائیں گے وہ دوائیں عمومی طور پر تین طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ جمادات یا نباتات کے قبیل سے ہوتی ہیں یا حیوانات واجزائے انسانی سے تیار کردہ ہوتے ہیں۔ ذیل میں تمام طرح کے ادویہ کا حکم لکھا جاتا ہے۔

جمادات:

اس سے مراد وہ تمام جامد یا بہنے والی اشیاء ہیں جن میں نمو نہیں اور نہ وہ کسی نباتی

یا حیوانی مخلوق سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً سونا، چاندی، لوہا، پتھر وغیرہ۔ ان اشیاء کو بطور دواء کھانا یا جسم کے حصوں میں لگانا درست ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو چاندی اور اس کے بعد سونے کی مصنوعی ناک استعمال کرنے کی اجازت دی تھی''۔(سنن ابی داؤد باب ماجاء فی ربط الاسنان بالذھب)

حالانکہ ان کو ناک بنانا ضروری نہیں تھا بلکہ چہرے پر پیدا ہو جانے والے ظاہری عیب کو دفع کرنے کے لیے تھا۔

اسی بنا پر فقہاء نے دانتوں کو سونے یا چاندی کے تاروں سے باندھنے یا ان کے درمیان خالی جگہوں کو بھرنے کی اجازت دی ہے۔(خلاصۃ الفتاویٰ:۴/۳۷)

بہر حال دواء سازی میں اگر جمادات کے اجزاء استعمال کرنا ضروری ہو اور اس سے نقصان نہ ہوتا ہو تو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

نباتات:

زمین کی پیداوار سے بننے والی تمام چیزیں اصلاً حلال ہیں اگر اس میں حرمت آتی ہے تو وہ دو صورتوں میں آتی ہے:

(۱) اس میں نشہ پیدا ہو جائے۔

(۲) یا وہ نفس انسانی کے لیے مہلک ہوں۔

اس لیے دواء سازی میں نباتاتی اشیاء ہی اصل ہیں اس لیے ان کو دواؤں میں استعمال کرنے کی اجازت ہے، البتہ جو نباتی ادویہ نشہ آور یا زہریلے ہوں ان کے استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ مگر ایسی حالت میں اجازت ہوگی جبکہ جان کو خطرہ ہو اور کوئی دوسری دواء اس کی جگہ میسر نہ ہو۔ نباتات اور پھل کو بطور دواء استعمال کرنے کی اجازت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور دواء پھل کھانے اور ان کے فوائد بتانے سے

متعلق بعض باتیں آئی ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

عجوہ کھجور:

کھجور خواہ خشک ہو یا تر مفید اور صحت کے لیے نفع بخش ہے۔ اس کی سیکڑوں قسمیں ہیں ان میں سے عجوہ مدینہ کے مشہور کھجوروں میں سے ہے اس کی احادیث میں فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابوسعیدی خدری سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''عجوہ جنت کا پھل ہے اور یہ زہر کے لیے شافی ہے''۔(سنن الترمذی باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ)

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے صبح میں سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اس کو اس دن زہر اور جادو نقصان نہیں پہونچا سکے گا''۔(صحیح البخاری باب العجوۃ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عجوہ کھجور صحت کے لیے بہت ہی مفید چیز ہے۔

پیاز:

پیاز سبزی کا ایک جز ہے اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے نباتاتی اعتبار سے پیاز اور لہسن کی جنس ایک ہی ہے، لہذا ان کا خاندان بھی ایک ہے ان دونوں کی ساٹھ سے زیادہ قسمیں (varities) عرب اور مصر میں پیدا کی جاتی ہیں۔

پیاز بلغمی کھانسی میں فائدہ مند ہے، ریاح کم کرتا ہے اور بواسیر میں سودمند ہے، لو لگنے یا اس سے نجاؤ کے لیے پیاز کے عرق کا استعمال بہت اہم مانا جاتا ہے۔(نباتات قرآن/۱۳۳۔۱۳۴)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جب تم کسی شہر میں جاؤ تو وہاں کی پیاز کھاؤ، کیوں کہ وہ پیاز تم سے اس شہر کی بیماریوں اور وباؤں کو دور رکھے گا''۔(الاثارالمرویہ:۲۶٦)

لہسن:

لہسن بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے پرانی کھانسی اور کالی کھانسی میں مفید ہے یہ بلغم خارج کرتا ہے تپ دق کے مریضوں کو بھی لہسن کھلانا سودمند مانا جاتا ہے۔(نباتات قرآن/۱۳۷)

مقوی معدہ اور کاسر ریاح ہونے کی وجہ کر لہسن کو نفخ شکم، کثرت ریاح، ضعف اشتہا، سوء ہضم اور قولنج میں استعمال کرتے ہیں۔مقوی اعصاب ہونے کی وجہ سے یہ فالج، لقوہ، رعشا، خدر، صرع، وجع المفاصل، وجع عرق النساء(سائیٹکا) اور درد کمر میں بکثرت استعمال کرتے ہیں۔(یونانی ادویہ مفردہ/۲۵۱)

چوٹ اور موچ میں اسے خارجی طور سے پکانے سے سکون ملتا ہے، کان کے امراض میں لہسن کا عرق جلد افاقہ کرتا ہے۔(نباتات قرآن/۱۳۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لہسن کھانا پسند نہ فرماتے تھے خصوصاً جب کہ وہ کچا ہو لیکن اگر وہ پکا ہوا ہو تو پھر ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کھانا پیش ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور بچا ہوا حصہ میری طرف بھیج دیتے، لیکن ایک دن آپ نے میری طرف وہ کھانا بھیج دیا، جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول نہیں فرمایا تھا، اس لئے کہ اس میں لہسن تھا، میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں۔لیکن میں اس کی بدبو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا(راوی) کہتے ہیں کہ تو میں بھی وہ چیز پسند نہیں کروں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے''۔(صحیح مسلم باب باب اباحۃ اکل الثوم)

مگر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لہسن کھانے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر میرے پاس فرشتے نہ آتے تو میں بھی کھاتا''۔(الاثار المرویۃ۲۷۲،موطا امام مالک باب جامع الطعام والشراب)

احادیث میں پیاز اور لہسن کے استعمال سے نہ روکا گیا ہے اور نہ ہی ان کو مضرت رساں بتایا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ اپنی خوبیوں کے باوجود پیاز اور لہسن کی بو انتہائی ناگوار ہوتی ہے اور یہ بو ان کے اندر موجود تیل کی بنا پر ہے جس کو سائنس کی اصطلاح میں (Essential Oil) کہتے ہیں۔(نباتات قرآن/۱۳۴)

کدو:

کدو ایک مفید تر کاری ہے جس میں عمدہ قسم کا (Protin) ہوتا ہے جو معدہ اور ہاضمہ کے لیے مفید ہے اس کی تاثیر سرد ہے یہ پیشاب آور ہے،صفراوی کیفیت کو ختم کرتی ہے،مزاج کے چڑچڑاپن کو دور کوتی ہے اس میں وٹامن B اور وٹامن C کے علاوہ کیلشیم،فاسفورس،آئرن،پوٹاشیم اور آیوڈین سے معدنیات پائے جاتے ہیں جو صحت کے لیے مفید ہیں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

''نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کدو بہت پسند تھا۔ایک مرتبہ ہم کھانے میں حاضر ہوئے یا (الفاظ یہ ہیں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعوت پر بلایا گیا تو میں کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتا کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند ہے''۔(مسند ابی داؤد الطیالسی:۴۷۸/۳،مسند احمد مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ:۳۶۰/۲۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل میں حضرت جابر بن طارق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کدو دیکھا،جس کے ٹکڑے کئے گئے تھے،میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کے

ذریعہ ہم اپنا کھانا زیادہ کرتے ہیں۔(الشمائل للامام الترمذی باب ماجاء فی اکل الدباء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’شوربا جس میں کدو اور گوشت کے سوکھائے گئے ٹکڑے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن کے اردگرد سے کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے پس اس دن سے میں بھی کدو کو پسند کرنے لگا‘‘۔(صحیح البخاری باب ذکر الخیاط)

روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سبزی خالی نہیں ہوتی تھی جس میں کدو نہ ڈالا جاتا ہو۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت مرغوب تھا اس لیے فقہاء کرام نے کدو کو پسند کرنے اور اس کے کھانے کو مستحب قرار دیا ہے۔(نووی شرح صحیح مسلم:۱۸۰/۲)

چقندر:

یہ ایک قوت بخش سبزی ہے جو اپنے منفرد ذائقہ کی وجہ سے ممتاز ہے اس کے اجزاء گردوں اور پتوں کو صاف کرتے ہیں اس کا استعمال امراض معدہ، قبض، بواسیر، امراض جلد اور خشکی وغیرہ میں مفید ہے۔اسکو موجودہ دور میں سلاد کی شکل میں بھی کھایا جاتا ہے۔

یہ مزاج میں طبی اعتبار سے گرم تر ہے اس لیے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کھانے سے منع فرمایا اور دسترخوان پر موجود چقندر کھانے کی ہدایت کی۔(سنن ابی داؤد:۵۳۹/۲)

گاجر:

گاجر ایشیا کا من بھاتا سبزی بھی ہے اور پھل بھی، اس کو دونوں طرح سے کھایا جاتا ہے۔ یہ مقوی قلب ومعدہ ہے اور پیاس کو بجھاتا ہے۔طبی اعتبار سے اور فائدے

ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو شخص سونے کے وقت گاجر کھا کر سوئے گا وہ قولنج اور برسا جیسے بیماری سے محفوظ رہے گا''۔(الآ ثارالمرویہ:۲۸۹)

کشمش:

کشمش انگور کی وہ قسم ہے جس کو سکھا دیا گیا ہو،مشہور تابعی امام زہریؒ اس کے فوائد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ حافظہ کو مضبوط کرتا ہے اس لیے اگر کسی کو حدیث یادکرنا ہوتو وہ کشمش کھائے''۔(الآ ثارالمرویہ:۲۳۸)

سفرجل:

اس پھل کی سیرت نبوی میں بےشمارفوائد بتلائے گئے ہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''یہ دل کی بیماری کو دور کرتا ہے اور جلا بخشتا ہے، سینے کی بیماری کو ختم کرتا ہے اور جان میں عمدگی لاتا ہے''۔(الآ ثارالمرویہ:۲۵۰)

انار:

انارکوقدیم زمانے سےایک غذااوردوا کی حیثیت سے بلندمرتبہ حاصل ہے۔یہ مختلف بیماریوں کے دوران پیاس کی شدت کوختم کرتاہے۔اوردل،گردہ اورمعدے کوتقویت پہنچاتاہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''انارکولازم پکڑواس سےمعدہ ٹھیک رہتاہے''۔(الآ ثارالمرویہ:۲۴۴)

کلونجی:

کلونجی کواحادیث میں ''الحبة السوداء'' کالےدانے سےتعبیرکیا گیا

ہے، ہندوستان کے مختلف میں اسے منگریلا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کلونجی میں سوائے موت کے ہر بیماری سے شفاء ہے''۔(صحیح البخاری باب الحبۃ السوداء)

اس کو ہر طرح کی بیماری میں استعمال کیا جاسکتا ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ مختلف بیماریوں میں استعمال کا الگ الگ طریقہ مفید ہو اور اس طریقہ پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اس کا فائدہ ظاہر نہ ہو تو اس کی وجہ سے یہ کہنا کہ اس میں ہر بیماری سے شفاء نہیں ہے غلط ہے۔

شہد:

مکھی کے پیٹ سے نکلنے والا شہد لوگوں کے لیے بہت شفاء بخش ہے، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

''یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِلنَّاسِ''. (سورۃ النحل:۶۹)

ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کی پینے والی چیز نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

'' جو شخص ہر ماہ تین دن صبح میں شہد چاٹ لے گا کسی بڑی بیماری میں مبتلا نہیں ہوسکتا ہے''۔(سنن ابن ماجہ باب العسل)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''دو شفا حاصل ہونے والی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلو ایک شہد دوسرا قرآن''۔(سنن ابن

ماجہ باب العسل)

تلبینہ:

تلبینہ اصلاً جوکا دلیہ ہے،اس کے تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جوکا آٹا بغیر چھانے دودھ میں پکایا جائے اور مٹھاس کے لیےاس میں شہد ڈالا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"التلبینۃ تجم فؤاد المریض وتذهب ببعض الحزن". (صحیح البخاری باب التلبینۃ للمریض)

تلبینہ دل کی بیماری کے لیے راحت ہے اور رنج وغم کو دور کر دیتا ہے۔

حریرہ:

حریرہ تلبینہ کی طرح ہے البتہ اس کا بنیادی جزو گیہوں کا آٹا، پانی، گھی اور شکر(چینی) ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں کسی کو بخار آ جاتا تو حریرہ تیار کرنے کا حکم دیتے چناں چہ حریرہ تیار کیا جاتا، پھر مریض کو پلاتے اور فرماتے کہ حریرہ غمزدہ دل کو طاقت پہنچاتا ہے اور بیمار کے دل سے رنج وکلفت اتار دیتا ہے۔اس کی کمزوری کو اس طرح اتار دیتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھوکر صاف کرتا ہے"۔(مشکوۃ المصابیح:۳۶۷)

خبیص:

یہ ایک طرح کا حلوا ہے جو گھی، آٹا، شہد اور کھجور وغیرہ کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔غذائیت میں بھرپور اور معتدل ہے۔ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن سیرین

رحمہ اللہ کے ساتھ بازار میں تھا کہ اسی دوران ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نماز کی حالت میں خبیص کھا رہا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا کہ خبیص تو حلال ہے لیکن نماز کی حالت میں کھانا حلال نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ماحفظت فیمن عبر من الفقہاء:۶/۱۸۳)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربد کی طرف نکلے اسی دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر سوار آٹا، گھی اور شہد لادے آرہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رکوایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا، پھر ایک برتن منگوایا گیا، اس میں آٹا، گھی اور شہد رکھ کر پکایا گیا، پکنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں سے تناول فرمایا، اس کے بعد فرمایا کہ اس کو اہل فارس خبیص کے نام سے پکارتے ہیں۔ (الفوائد الشہیر بالغیلانیات لابی بکر باب ماروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے حضرت ربیعۃ الرأی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''تم خبیص کھاؤ یہ قوت باہ کو بڑھاتا ہے، ذہن کو تیز کرتا ہے''۔ (الآثار المرویہ:۳۳۱، معجم ابن المقری:۱/۳۰۶)

زیتون:

زیتون وہ درخت ہے جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایک سدابہار درخت ہے۔ قدیم زمانے سے اس کا تیل کھانوں میں استعمال ہورہا ہے۔

کچے زیتون کا تیل چہرے پر ملنے سے جلد کا رنگ نکھرتا ہے۔ پکے ہوئے پھلوں کا تیل پٹھوں کی سردی دور کرتا ہے ان کو طاقت دیتا ہے بلکہ اکثر اعضاء کو قوت دیتا ہے۔ سردی کی وجہ سے بدن یا جوڑوں کا درد تیل سے مالش کرنے سے آرام ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"کلوا الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ". (سنن الترمذی باب ماجاء فی اکل الزیت)

زیتون کے تیل کو کھاؤ اور اس سے جسم کی مالش کرو کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔

حیوانات:

نباتات اور پھلوں کی طرح حیوانی اجزاء کو بھی دواء میں استعمال کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت کھایا جاتا ہے ان حیوانات میں بعض حلال ہیں اور بعض حرام اور جو حلال ہیں ان کو بھی اگر شرعی طور پر ذبح نہ کیا جا سکا تو وہ بھی حرام ہیں جن کو مردار کہا جاتا ہے۔ پھر ذبیحہ میں بھی بعض اجزاء حرام ہیں مثلاً خون، اس طرح ذبح شدہ حلال جانوروں کے حلال اجزاء سے علاج جائز ہے۔

جانور کے اعضاء سے حاصل شدہ دوا:

(۱) بہت سی دوائیں جانوروں کے اجزاء سے حاصل ہوتی ہیں اگر وہ جانور ماکول اللحم (جس کا گوشت کھایا جاتا ہے) ہو اور شرعی قاعدہ سے ذبح کیا ہوا ہو تو اس کے سات عضو کے علاوہ جن کا کھانا درست نہیں، تمام اعضاء کے اجزاء سے حاصل شدہ دواؤں کا کھانا یا لگانا جائز ہے۔

(۲) جانور ایسا ہو کہ اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اور وہ نجس العین بھی نہیں ہے اس کو اگر شرعی قاعدہ سے ذبح کرلیا جائے تو اس کے اجزاء کا کھانا درست نہیں ہے مگر زخم وغیرہ پر لگانا یا ملنا درست ہے۔

(۳) اگر وہ جانور شرعی قاعدہ سے ذبح کیا ہوا نہ ہو تو چاہے ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم کسی صورت میں اس کے کسی عضو یا کسی جزء کا استعمال کرنا درست نہ ہوگا اگر اس کو بدن کے کسی حصہ میں لگالیا تو استعمال کرنے کے بعد دھو کر اس کے اثر کا ازالہ ضروری

ہے اس کے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں رہے گا خواہ وہ جسم پر لگا ہوا ہو یا کپڑے میں۔

(۴) وہ جانور اگر نجس العین ہو جیسے خنزیر تو اس کا کھانا یا بدن کے حصوں پر لگانا درست نہیں ہے گرچہ شرعی قاعدہ سے ذبح کیا گیا ہو سوائے اس صورت میں جب کہ اضطرار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۹۶-۳۹۷)

حرام اشیاء سے علاج:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حرام اشیاء سے علاج کو درست قرار نہیں دیتے، لیکن امام ابو یوسف نے مطلقاً تمام حرام اشیاء سے علاج کو درست قرار دیا ہے۔ البتہ احناف کے یہاں فتویٰ اس بات پر ہے کہ ضرورتاً استعمال کرنا درست ہے۔ جیسا کہ از راہ علاج شراب کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ: ۶/۳۶۶)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ شاید امام صاحب رحمہ اللہ کے اصل مذہب میں بھی کچھ تفصیل ہے اور مطلقاً حرام اشیاء سے علاج کی ممانعت نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ سے سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت نقل کی ہے، خارش کی وجہ سے ریشمی کپڑوں کے استعمال کا جواز احناف میں مشہور ہے۔ یہ صورتیں بھی حرام ہی سے علاج کی قبیل سے ہیں۔ (معارف السنن: ۱/۳۷۹)

ناپاک اشیاء سے علاج:

ناپاک چیزوں سے علاج کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول جواز کا ہے انہوں نے اونٹ کا پیشاب اور خون پینے کی اجازت دی ہے اگر مقصود اس سے علاج ہو۔ از راہ علاج انگلیوں میں پت داخل کر دینا امام ابو یوسف کے یہاں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ: ۶/۳۶۷)

لہٰذا انسانی ضرورت کی بنا پر از راہ علاج حرام ونجس اشیاء کے استعمال کی شریعت میں اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس کا کوئی طبی دوسرا متبادل موجود نہ ہو اور وہ اس متبادل کے استعمال پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو۔اس لیے حرام ونجس علاج سے بچنا چاہیے اور جہاں احتراز ممکن نہ ہو وہاں مذکورہ شرائط پر استعمال کی اجازت ہوگی۔

زہر سے علاج:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر سے علاج کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دواء خبیث یعنی زہر سے منع فرمایا ہے''۔(سنن ابی داؤد باب فی الادویۃ المکروھۃ)

اس لیے از راہ علاج زہر کا استعمال جائز نہیں ہے اگر کسی نے زہر کو استعمال کیا اور اس زہر کے استعمال سے مرگیا تو خودکشی کرنے والا شمار ہوگا۔البتہ ایسی دوائیں جن میں زہریلے اجزاء ہوں اگر ان کے استعمال سے ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو اور مریض کے لیے ان کا استعمال ضروری ہو تو ایسی دوائیں استعمال کر سکتا ہے۔(المغنی لابن قدامہ:۱/۱۰۴)

دوا کے طور پر خون کا استعمال:

حیوانی خون سے اگر دوائیں بنائی جائیں اور کسی متعین بیماری کا علاج اس دوا کے ذریعہ ہو اور کوئی دوسری متبادل دوا نہ ہو تو مسلم طبیب کی رائے سے استعمال کی اجازت ہے۔البتہ اگر اس کی متبادل مباح دوا موجود ہو، لیکن طبیب کہے کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔(فتاوی ہندیہ ۵/۳۵۵)

انسانی خون چڑھانا:

انسانی خون بدن کا جز ہونے کی وجہ سے دیگر اعضا کی طرح ہے البتہ جب وہ جسم

سے نکلتا ہے تو اس پر نجس کا حکم لگتا ہے اور انسانی جان کی حفاظت و بقاء کی خاطر دوسرے انسان کے بدن میں ڈالا جاسکتا ہے ۔فقہاءِ احناف میں سے متاخرین نے حرام اشیاء سے علاج کی اجازت دی ہے۔ (فتاوی ہندیہ ۱۱۲/۴)

البتہ اس کے لئے درج ذیل شرطیں ہوں گی:

(۱) خون کے علاوہ کوئی متبادل دوسری دوا نہ ہو جس سے مریض کی جان بچ سکے یا صحت یاب ہو سکے اور کوئی ماہر طبیب خون کے استعمال کو ناگزیر قرار دے۔

(۲) خون چڑھانے سے محض قوت یا حسن میں اضافہ مقصود نہ ہو۔

(۳) اگر دوسری متبادل دوا موجود ہو جس کے استعمال سے صحت کا امکان تو ہو مگر تاخیر کا اندیشہ ہو تو گرچہ وہ جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ خون کے استعمال سے بچے۔

خون کا عطیہ:

جب خون کا استعمال اضطراری حالت میں جائز و درست ہے تو خون کا عطیہ دینا بھی درست ہے البتہ عطیہ اور ہبہ میں حالت اضطرار کا انتظار ضروری نہیں ۔اگر بروقت خون نہیں ملا، یا خون ایک دوسرے کے موافق نہیں ثابت ہوا تو جب تک گروپ ملایا جائے گا اور گروپ والے آدمی کو تلاش کیا جائے گا مریض کی جان چلی جائے گی ،لہٰذا خون کا عطیہ دینا اور اس کا بینک قائم کرنا اور اس اچھے کام کے لیے کیمپ لگانا جائز اور درست ہے۔ (فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلام:۲۱۱)

بلڈ بینک کا قیام:

اسی ضرورت کی وجہ سے آج کل جگہ جگہ خون کے بینک قائم ہیں جہاں باضابطہ خون کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، علماء نے ضرورۃً علاج کے لئے خون چڑھانے کی اجازت دی ہے لیکن اس کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں دی ہے ۔اس لیے کوئی شخص اپنے

خون کوفروخت نہ کرے بلکہ عطیہ کے طور پر دے۔

موجودہ عہد میں بلڈ بینک قائم کرنا ایک ضرورت ہے۔صورت حال یہ ہے کہ انسان کبھی بھی کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوسکتا ہےاوراسے خون کی ضرورت پڑسکتی ہے پھر ہر آدمی کا خون ہر آدمی کے جسمکے لئے موزوں نہیں ہوتا ہے، بلکہ خون چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اجزاء کے لحاظ سے دونوں کے خون کا گروپ یکساں ہواس کے بغیر جسم دوسرے خون کو قبول نہیں کرتا ہے۔اس لیے بلڈ بینک میں پہلے سے مختلف نوعیت کے خون علاحدہ علاحدہ رکھا جاتا ہے جس سے بہ سہولت مریض کے لئے مناسب حال خون لیا جاسکتا ہے، ہر مریض کے لئے بروقت رضا کارانہ خون دینے والے مہیا ہوجائیں،اولاً تو یہی مشکل ہے،اوراس سے زیادہ دشوار یہ ہے کہ ان کا خون مریض کے لئے موافق بھی ہوجائے،اس لئے ایسے بینک ایک طبی ضرورت بن گئے ہیں اس لیےاس کی اجازت دی جانی چاہئے۔

جہاں تک خون خریدنے کی بات ہےتو وہ از راہ حاجت جائز ہے،مگر مسئلہ خون کی فروخت کا ہے، یہ کسی بھی حال میں جائز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کوفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے پس خون فروخت کرنے والا گہنگار رہوگا اوراسکی قیمت اس کے حق میں حرام ہوگی۔

اس سلسلے میں مجمع الفقہ الاسلامی ہند کے اجلاس ۱۳/تا ۲۰/رجب ۱۴۰۹ء میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس ہوئی۔

''خون کا فروخت کرنا اوراس کا عوض لینا جائز نہیں، صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی جب کسی چیز کوحرام فرماتے ہیں تواس کی قیمت کوبھی حرام کردیتے ہیں،اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی بیع سے منع فرمایا۔تاہم اگر طبی اغراض کے تحت خون چڑھاناضروری ہوجائے اور بلاعوض حاصل نہ ہوسکے توایسی صورت

میں خریدار کا معاوضہ دے کرخون حاصل کرنا حلال ہے اور گناہ معاوضہ لینے والے پر ہے، ہاں از راہ ترغیب اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے بطور انعام وتحفہ کے کچھ دے دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں کہ یہ تبرعات کے قبیل سے ہے نہ کہ معاوضات کے‘‘۔

اعضاء کی پیوند کاری:

دواء علاج اور آپریشن کی مختلف شکلیں اس وقت پائی جاتی ہیں ان میں اعضاء کی پیوند کاری بھی ہے۔ اعضاء کی پیوند کاری کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) پلاسٹک یا کسی دھات سے تیار شدہ مصنوعی عضو کا ان خراب اعضاء کی جگہ لگانا، یہ صورت شرعی اعتبار سے درست معلوم ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک صحابی حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کی ناک زمانہ جاہلیت کی ایک جنگ میں کٹ گئی تھی اور انہوں نے اپنی ناک چاندی کی بنوالی تھی لیکن جب وہ سڑنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک بنوالینے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد:۲/۵۸۱)

(۲) اعضاء کی پیوند کاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے حیوانات جن کی خلقت یا بعض اعضائے جسم انسانی اعضاء سے مماثلت رکھتے ہیں ان کے اجزاء جسم سے استفادہ اور ان کے ذریعہ تلف شدہ اور ناکارہ انسانی عضو کی جگہ کام لینے کی کوشش جیسے بندر کے بعض اعضاء۔

یہ صورت بھی شرعی اعتبار سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اللہ نے تمام جانوروں کو انسان کی راحت رسانی ہی کے لیے مسخر فرمایا ہے۔ البتہ یہ احتیاط ضروری ہوگی کہ جن جانوروں کو شریعت نے حرام کرنے کے ساتھ ان کے جسم کو نجس العین قرار دیا ہے ان کے اجزاء سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن اگر انسان موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو اور جان بچانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اس حالت میں اس کا استعمال کرنا

جائز ہوگا۔

(۳) اعضاء کی پیوندکاری کی تیسری صورت خود مریض کے اپنے جسم کے کسی حصہ کی کھال یانس وغیرہ دوسرے حصہ کی خرابی دور کرنے کے لیے استعمال کی جائے جیسے ران کی کھال کاٹ کر کٹے ہوئے ہونٹ وغیرہ میں لگانا۔

یہ صورت بھی اگر واقعی ناگریز ضرورت کے تحت ہو اور اس کانٹ چھانٹ کے عمل سے غیر معمولی ضرر پہنچنے یا جان جانے کا احتمال نہ ہو تو شرعاً درست ہوگا

(۴) چوتھی صورت دوسرے زندہ آدمی کا بطور عطیہ دیا ہوا یا خریدا ہوا کوئی عضو استعمال کرنا۔ شریعت میں دونوں جانوں کی عظمت وحرمت یکساں ہیں۔ اور انسان کو خود اپنے ہاتھ، پاؤں یا جسم کے کسی حصہ کو کاٹ کر فروخت کرنے یا بطور عطیہ دینے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس لیے کسی زندہ آدمی کے جسم سے ایسا کوئی عضو علیحدہ کرنا جس سے خود اس کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہو نہ تو معاوضہ دے کر جائز ہوگا اور نہ بغیر معاوضہ کے، نہ خود اس کی اجازت سے اور نہ بغیر اس کی اجازت کے، کیوں کہ خود اسے بھی اپنے جسم پر ایسا تصرف کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱ر۳۵۷)

خود ایسا کرنا یا کرانا تو خودکشی کے مترادف ہے۔ اور دوسرے کا اقدام قتل نفس کے حکم میں ہے اور دونوں صورتیں ناجائز وحرام ہیں۔

(۵) پانچویں صورت اعضاء کی پیوندکاری کی وہ ہے جس میں مردہ آدمی کے اعضاء سے کسی کی زندگی بچانے یا تکلیف دور کرنے کا کام لیا جائے۔

شریعت نے مردہ لاش کا وہی احترام باقی رکھا ہے جو زندہ کو حاصل ہے اور اس کی اہانت یا کاٹ چھاٹ کو بھی اسی طرح ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن مصالح کے پیش نظر اور افادیت کے یقینی ہونے کی وجہ سے موجودہ زمانہ کے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ کیوں کہ کسی مردہ کی لاش سے آنکھ، دل یا پھیپھڑے کو کارآمد حالت

میں نکال کر کسی دوسرے کے جسم میں لگانا اہانت کے لیے ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اس کے سڑ،گل جانے کے بجائے کسی ایسے آدمی کا جز وبدن بنا دینا جو اس کے بغیر اپنی زندگی برقرار نہیں رکھ سکتا ہو زیادہ بہتر اور قرین مصلحت ہے۔اور بعض احناف،شوافع اور حنابلہ میں ابوالحطاب نے مضطر کو مردہ کھانے کی اجازت دی ہے۔(المغنی لابن قدامۃ:۹/۳۳۵)

جس سے مردہ کے اعضاء سے پیوندکاری کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ جب مردہ نعش کا کھانا جائز ہے تو اس عضو کا دوسرے کے جسم میں لگانا بھی درست ہوگا۔

آنکھوں کا عطیہ:

آنکھ کا عطیہ دینا درست نہیں ہے کیوں کہ عطیہ اسی چیز کا دیا جاسکتا ہے جس کا وہ خود مالک ہو اور انسان خود اپنے جسم کا مالک نہیں ہے بلکہ شرعاً امانت خداوندی ہے۔

اسی طرح مرنے کے بعد اس کی وصیت کرنا بھی درست نہیں ہے اگر وصیت کر دیا تو اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۳۵۷)

گردہ کا عطیہ:

اسی طرح گردہ کا عطیہ کرنا درست نہیں ہے۔اس لیے کہ انسان اپنے جسم کا نگراں ہے مالک نہیں البتہ اگر گردہ دینے سے کسی دوسرے مریض کی جان بچ جاتی ہے اور گردہ دینے والے کی زندگی کو نقصان نہیں پہونچتا ہے تو اس صورت میں گردہ کا عطیہ کرنے کی گنجائش ہے۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۳۵۷)

الکحل ملی ہوئی دوائیں:

دواؤں میں کچھ ایسی بھی ہیں جن میں الکحل ملی ہوئی ہوتی ہے اس کے میں تفصیل یہ ہے کہ ابتدائی دور میں الکحل اصل شراب یا شراب کی تلچھٹ ہوتا تھا مگر اب یہ سائنٹیفک طریقے سے بننے لگی ہے اس لیے اب شراب نہیں رہتی بلکہ سرکہ کے حکم میں ہوجاتی ہے۔

اس لیے جب تک دلائل شرعیہ سے یہ یقین نہ ہوجائے کہ الکحل وہی اصل شراب یا اس کی تلچھٹ ہے اس وقت تک اس کے حرام ہونے کا اور اس کے دوا وغیرہ میں استعمال کی ممانعت یا عدم جواز کا حکم نہیں دے سکتے اور نہ استعمال کے بعد یا جسم پر لگنے کے بعد اسے پاک کرنے کو ضروری نہیں کہہ سکتے ہیں البتہ تقویٰ واحتیاط اس میں ہے کہ اس سے بچا جائے۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۳۹۶)

پولیو:

والدین پر اپنے چھوٹے بچوں کو وافر تحفظ دینا اور ان امراض سے حفاظت کرنا ضروری ہے جو ان کی زندگی کو فی الحال یا آئندہ نقصان پہنچا سکتے ہیں مثلاً دائمی مرض یا دائمی معذوری۔ یہ والدین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد اس فریضہ کا حصہ ہے جو اس نے والدین پر اپنے بچوں کی پرورش کے سلسلہ میں دیا ہے۔ان بیماریوں میں ایک سنگین مرض پولیو ہے جو بچہ اس کی زد میں آتا ہے وہ عام طور پر زندگی بھر کے لیے اپاہج بن کر رہ جاتا ہے۔اس کو خاص دیکھ بھال اور مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔جس کی وجہ سے اس کی ذہنی اور سماجی پریشانی ناگفتہ بہہ ہوجاتی ہے۔چوں کہ پولیو ٹیکہ کاری کے ذریعہ اس بیمار ی سے نجات پانا ممکن ہے اس لیے موجودہ حالات میں تمام والدین کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ انسداد پولیو کے لیے اپنے بچوں کی ٹیکہ کاری کو یقینی بنائیں، جو والدین غیر مناسب طریقے پر اپنے چوں کو ایسی حفاظت فراہم کرانے میں ناکام رہ جاتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قَدْخَسِرَالَّذِیْنَ قَتَلُوْآاَوْلَادَھُمْ سَفَھًابِغَیْرِعِلْمٍ وَحَرَّمُوْامَارَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ قَدْضَلُّوْاوَمَاکَانُوْامُھْتَدِیْنَ“.(سورۃ الانعام:۱۴۰)

بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت کے سبب بیوقوفی میں مار ڈالا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''انسان کا یہی گناہ بہت بڑا ہے کہ وہ اسے ضائع ہونے کے لیے چھوڑ دے جس کی وہ پرورش کرتا ہے''۔(سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ)

اس وقت دنیا میں بچوں کو مفلوج ہونے سے بچانے والے پولیو ویکسین کو ہر رنگ ونسل، زبان، جنس اور دین کے بچے پیتے آرہے ہیں اس ویکسین نے ان بچوں کو اس خطرناک مرض سے تحفظ دینے میں اپنی افادیت ثابت کردی ہے۔اس دواء کا پینا یا پلوانا اسلامی عقیدت وشریعت کے خلاف نہیں ہے۔

منع حمل:

بچے پیدا نہ ہونے کے لیے موجودہ دور میں کئی قسم کے طریقے رائج ہیں ان میں سے بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض ناجائز ہیں۔ان کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) کمزوری یا بیماری کی صورت:

اگر عورت اتنی لاغر، ضعیف اور کمزور ہے کہ حمل کی تکالیف یا درد زہ وغیرہ برداشت کرنے کی اس کے اندر طاقت نہیں، یا ولادت کے بعد ایسی شدید کمزوری لاحق ہونے کا خطرہ ہو کہ اس کے بعد صحت کی توقع کم ہو، ایسے حالات میں منع حمل کی ہر ممکن اور جائز تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہے جس سے بچے کی پیدائش نہ ہو پائے کیوں کہ شریعت میں حرج ومشقت کو دور کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ'' .(سورۃ الحج:۷۸)

تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

''الضرورات تبیح المحظورات''.(الأشباہ والنظائر:۸۵)

ضرورت ناجائز کو جائز کردیتی ہے۔

(۲) معاشی تنگی:

معاشی اسباب مثلاً تنگی رزق، غریبی کی وجہ سے منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا تاکہ اولاد کم ہونے کی صورت میں ان کا مستقبل اچھا اور بہتر ہو درست نہیں ہے۔ یہ عذر شرعی نہیں کیوں کہ معاش کے اعتبار سے مستقبل کی بہتری اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

”وَمَامِنْ دَآبَّةٍفِی الْاَرْضِ اِلَّاعَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا“۔ (سورۃ الہود:۶)

زمین میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے مگر اللہ کے اوپر ہے اس کا کھلانا۔

(۳) فیملی پلاننگ:

موجودہ دور میں چھوٹا خاندان ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ ایک زمانہ میں ”ہم دو ہمارے دو“ کا نعرہ تھا اب ”ہم دو ہمارے ایک“ کا نعرہ لگایا جارہا ہے۔ خاندان کو چھوٹا کرنے کے لیے منع حمل کی تدابیر اختیار کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ چھوٹے خاندان کا تصور اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تزوجوا الودود الولود فإني مكاثربكم الأمم“. (سنن ابی داؤد باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء)

زیادہ بچہ دینے والی، محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیوں کہ میں تمہارے ذریعہ قیامت کے دن زیادہ امتی والا بنوں گا۔

(۴) بچے کی پرورش میں کمی کا خطرہ:

اگر ماں کسی مرض کی وجہ سے بچہ کی نگرانی اور پرورش و پرداخت کی صلاحیت نہیں رکھتی ہو تو اس صورت میں بھی حمل روکنے کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ بچے کی

پرورش اورنگرانی کا کام باپ اور خاندان کے لوگوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

اگر امراض کی وجہ سے شوہر بھی پیدا ہونے والے بچہ کی پرورش وغیرہ کا انتظام نہ کر پاتا ہوتو اس صورت میں بھی منع حمل کی شکلیں اختیار کرنا جائز نہیں۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۳۷۹/۱)

(۵) بچوں میں وقفہ:

یہ خیال کرنا کہ ہر بچہ کے درمیان کم سے کم دوسال یا اس سے زیادہ کا وقفہ ہونا چاہئے، درست نہیں ہے۔ اس لیے ایک مدت تک اولاد ہونے سے اجتناب برتنا درست نہیں ہے یہی حال اولاد ہونے کے بعد کا بھی ہے البتہ پہلے بچہ کو ماں کا دودھ مکمل مدت رضاعت میں مل جائے اس نیت سے یا اس لیے کہ عورت کی صحت کے لحاظ سے ماہر ڈاکٹروں نے دو بچوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنے کی تلقین کی ہوتو حسب ضرورت منع حمل کی تدابیر اختیار کر کے وقفہ رکھنے کی گنجائش ہے۔

(۶) نس بندی:

یہی حکم نس بندی کا ہے جس کے ذریعہ اولاد کی پیدائش کے اسباب کو ختم کیا جاتا ہے لہذا عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہوگی البتہ اگر بچہ کی ولادت سے عورت یا پیدا ہونے والے بچہ کی صحت کو شدید خطرہ یا اس کی جان یا عضو کے کسی صلاحیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور معتبر ڈاکٹر نے اس کا امکان ظاہر کرتے ہوئے آپریشن کی صلاح دی ہوتو آپریشن کی گنجائش ہے۔ مگر صرف معاشی اسباب یا ناواقفیت کی بنیاد پر آپریشن کرانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ روایتوں میں آیا ہے:

''بعض صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عبادت میں یکسوئی کے لیے خصی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش ظاہر کی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی''۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح، باب یکرہ من التبتل والخصاء)

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش:

اولاد کے حصول کا فطری طریقہ اللہ نے مقرر کیا ہے مگر کسی وجہ سے فطری طریقہ پر اولاد کی پیدائش نہیں ہوتی ہو اور اولاد کے حصول کے لیے شوہر کا مادۂ منویہ اور اس کی بیوی کا بیضہ لے کر ٹیوب میں اسے قابل اور بارآور کرنے کے بعد اس بیوی کے رحم میں اسے ڈال دیا جائے اور بے پردگی سے حتی الامکان بچتے ہوئے پورے احتیاط کے ساتھ ایسا کیا جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلامؒ: ۲۲۰)

اجنبی عورت کے رحم کو استعمال کرنا:

مرد کے مادۂ منویہ کو لے کر بجائے بیوی کے کسی اجنبی عورت کے رحم میں انجکشن سے پہونچایا جائے تاکہ وہ عورت حاملہ ہو جائے اس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ کیوں کہ جس اجنبی عورت کے رحم میں مادۂ منویہ رکھا جا رہا ہے وہ اس کی بیوی نہیں ہے اور یہ اضطرار کی صورت بھی نہیں ہے۔ وہ عورت عقل سلیم کے نزدیک زانیہ اور طوائف سے بھی زیادہ فاحشہ قرار پائے گی۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۳۹)

بچے کی نسبت:

اگر انجکشن کے ذریعہ مرد کے مادۂ منویہ کو کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا گیا اور علوق ہونے کے بعد بچے کی پیدائش ہوگئی تو بچہ اسی عورت کا کہلائے گا اگر وہ عورت بے شوہر والی ہے۔ اور اگر شوہر والی ہے تو وہ بچہ اس شوہر کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ اس اجنبی مرد کی طرف جس کے مادۂ منویہ کو اس اجنبی کے رحم میں رکھا گیا ہے۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۳۹)

اسقاط حمل:

جیسا کہ لکھا گیا کہ توالد و تناسل نکاح کا بنیادی مقصد ہے مگر کبھی طبی ضرورت

اورجسمانی معذوری کی بناپر بیوی کے حمل کوساقط کرایاجاتا ہے اس اسقاط کی چندصورتیں ہیں:

(۱) حمل میں جان پیدا ہوچکی ہو، اس صورت میں اسقاطِ حمل بالاتفاق حرام ہے مگر یہ کہ کوئی اس درجہ کا عذر موجود ہو جو حرام کے لیے اباحت کا سبب بنتا ہو مثلاً خود ماں کی جان کی ہلاکت کا ظن غالب ہو۔

فقہ مالکی میں ہے:

حمل کے اندر روح کے پڑجانے کے بعد اس کے اسقاط کی تدبیر اختیار کرنا بالاجماع حرام ہے اور وہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔(فتح العلی مالکی:۳۹۹/۱۱)

(۲) اسی طرح اعضاء کی تخلیق کے بعد بھی عام حالات میں اسقاط کی اجازت نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ماں کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو اس کی اجازت ہوگی۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اسقاط کرانے والی عورت قاتل کی طرح گنہ گار ہوگی اگر اعضاء کی تخلیق ہوگئی ہو اور اسقاط کی وجہ سے حمل کی موت ہوئی ہو۔(ردالمحتار:۵۱۹/۵)

علامہ قاضی خان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اسقاطِ حمل اگر زندگی پیدا ہونے کے بعد ہو تو ظاہر ہے اس کی حرمت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا، لیکن اگر زندگی کے ظہور سے پہلے ہی اسقاط ہو تب بھی جائز نہیں، اس لیے کہ جب تک روح نہ پیدا ہوجائے حمل کو عورت ہی کا ایک جزو اور حصۂ بدن تصور کیا جائے گا اور جس طرح کسی کا قتل درست نہیں ہے اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصہ کو بھی کاٹ پھینکنا حرام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں اپنی کارسازی کے مترادف ہے۔(الفتاویٰ الخانیۃ:۴۱۰/۳)

(۳) اعضاء کی تخلیق سے پہلے جب مادۂ منویہ عورت کے رحم میں علوق کرچکا ہو ایسی صورت میں ایسی شکل اختیار کرنا کہ وہ تولید کے قابل نہ رہے اور خون یا لوتھڑے کی

شکل میں اسقاط ہو جائے درست نہیں ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ عمل مکروہ ہے کیوں کہ عورت کے رحم میں نطفہ جا کر بالآخر زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے اس نطفہ پر بھی زندگی کا حکم جاری ہوگا جیسا کہ حرم میں چڑیا کا انڈا توڑ دینا، زندہ چڑیا کا شکار کرنے کے برابر ہے''۔ (ردالمحتار: ۵/۵۲۲)

بچے کا موروثی مرض میں مبتلا ہونا:

اگر کوئی ایسی شکل ہو جس میں کسی طبی آلہ کے ذریعہ اس بات کا ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اس حمل کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ کسی خطرناک موروثی مرض، کوئی خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہوگا اور ابھی حمل اس مرحلہ میں نہ پہونچا ہو کہ اس کے اندر روح پیدا ہوئی ہو، تو اسقاط حمل کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ چناں چہ فقہاء نے نفخ روح سے پہلے تک از راہ علاج اسقاط کی اجازت دی ہے۔

''العلاج لاسقاط الولدإذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز وإن كان غير مبين الخلق يجوز أما في زماننا فيجوزعلى كل حال وعليه الفتوىٰ''۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۴/۱۱۲)

اور اس کو عذر قرار دینے کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے ''استبانۃ الخلق'' سے پہلے تک اس مقصد کے لیے بھی بعض شرائط کے ساتھ اسقاط کی اجازت دی ہے کہ زیر پرورش بچہ کی رضاعت متاثر نہ ہو۔ اور یہاں خود پیدا ہونے والے بچہ کو پیدائش کے بعد جس ضرر کا قوی اندیشہ ہے وہ رضاعت والے ضرر سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے اس صورت میں بدرجۂ اولیٰ اسقاط کی اجازت ہونی چاہئے۔

بلا عذر اسقاط:

اگر حمل سے ماں کی جان کو خطرہ یا کسی شدید مضرت کا اندیشہ نہ ہو اور نہ پیدا ہونے والے بچہ کے بارے میں کسی سخت ضرورت و تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں حمل

ساقط کرنا سخت گناہ ہے اور اس کے حرام ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسقاط حمل کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے''۔(مجموع الفتاویٰ:۱۶۰/۳۴)

علاج کو بند کرنا:

بسا اوقات ڈاکٹر کسی مریض سے مایوس ہوجاتا ہے کہ اب یہ شخص اپنے مرض سے نجات نہیں پائے گا، بیماری اتنی بڑھ جاتی ہے کہ صحت وتندرستی کی امید ہی نہیں رہتی ہے اس صورت میں ڈاکٹر مریض کی اجازت یا اولیاء کی مرضی سے مریض کی موت کے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔

(۱) بذریعہ انجکشن زہریلی دواء بدن کے اندر پہونچائی جائے، یہ طریقہ شرعاً حرام اور قتل نفس کے قبیل سے ہے۔مرض کی سختیاں اور اس کے دوام نیز تکلیف شدید کا تحمل سے باہر ہونا یہ قتل کے لیے اباحت کا سبب نہیں بن سکتا۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علاج کے سلسلہ کو بند کردیا جائے اور مریض کو ایسی بیماری ہے کہ علاج کی صورت میں گرچہ مرض سے نجات نہیں ہوگی لیکن کم از کم زندہ تو رہے گا۔اس صورت میں اگر مرض شدید وخطرناک ہو اور تداوی پر استطاعت وقدرت ہوتو حسب حیثیت واستطاعت اسباب کے جاننے کی وجہ سے اللہ پر اعتقاد کرتے ہوئے حکم شرع کے اندر اندر علاج کرنا واجب ہے۔لیکن اگر قدرت موجود نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک نہ ہوتو علاج کرانا واجب نہیں ہوگا۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۳۴۹/۱-۳۵۰)

آپریشن:

جسم میں کوئی ایسا عضو جس سے تکلیف ہوتی ہو یا اس کی وجہ سے دوسرے عضو کے خراب ہونے کا خدشہ ہو یا اس کی وجہ سے جسم کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہوتو اس صورت

میں اس خراب عضو کو کاٹنا یا پیٹ وغیرہ کاٹ کر اس عضو کو نکالنا درست ہے۔مثلاً کینسر۔فقہاء کرام فرماتے ہیں:

''عضو کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس عضو میں ایسی بیماری لگ جائے جو عضو کو سڑا دے تاکہ وہ بیماری دوسرے عضو کی جانب سرایت نہ کر جائے۔اسی طرح اس سڑانے والی بیماری کی وجہ سے آپریشن کرنا بھی درست ہے''۔(فتاویٰ ہندیہ:۳۶۰/۵)

علاج کی صورت میں بے پردگی:

پردہ اسلام کا نہایت ہی اہم حکم ہے اور ممکن حد تک اس پر عمل کرنا واجب ہے یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے اس لیے عورت کو چاہیے کہ وہ علاج کے لیے خاص طور پر آپریشن کے لیے لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کریں، اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہوتو بقدر ضرورت مرد ڈاکٹر سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:

'' الضرورات تبيح المحظورات''.

ضرورت ناجائز کو جائز کردیتی ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها''.(الاشباہ والنظائر:۸۵-۸۶)

جس چیز کی اجازت ضرورت کی بنیاد پر دی جاتی ہے وہ ضرورت تک متعین ہوتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غزوات میں عورتیں مرہم پٹی کے فرائض انجام دیا کرتی تھیں۔حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں پانی پلانے، زخمیوں کو دوا کرنے اور شہیدوں کو اٹھا کر لانے کا کام کرتے تھے''۔(صحیح البخاری باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو)

پوسٹ مارٹم:

اسلام میں زندہ انسان کی طرح مردہ کا بھی احترام ہے اس لیے مردہ انسان کے نعش کی بے حرمتی ہوگی اگر اس کو چیڑ پھار کیا جائے اس لیے عام حالات میں پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس میں بہت ساری خرابیاں ہیں۔ البتہ اگر شدید ضرورت ہو اور پوسٹ مارٹم ناگریز صورت اختیار کرلے تو اس کی اجازت ہوگی مثلاً عورت کا انتقال ہوگیا اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو فقہاء اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچے کو نکالنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (فتح القدیر:۱۰۲/۲)

میڈیکل تعلیم کے غرض سے پوسٹ مارٹم کا جواز قابل غور ہے، انسانی احترام کی رو سے شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی، اس لیے تعلیم کے واسطے پلاسٹک کے مصنوعی اعضاء اور حیوانوں کے جسم، مینڈک، بندر، بن مانس، گیدڑ وغیرہ کے جسم پر تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ لیکن اگر یہ اس مقصد کے لیے کافی نہ ہو تو انسانی نعشوں کا پوسٹ مارٹم بھی درست ہوگا۔ اس لیے کہ اس ایک نقصان سے بڑا اجتماعی اور قومی نقصان ہے اور فقہ کا اصول ہے کہ جہاں دو میں سے کسی ایک نقصان سے دوچار ہونا ناگریز ہوجائے وہاں بڑے نقصان سے بچنے کے لیے کمتر نقصان کو گوارا کرلیا جائے گا۔ (الاشباہ والنظائر:۸۷)

موٹاپے کے لیے دوا کھانا:

شریعت نے مرض کی صورت میں دواء وعلاج کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کو مستحسن اور بعض حالات میں واجب قرار دیا ہے۔ مگر کیا صحیح وسالم ہونے کے باوجود کوئی شخص موٹاپا بڑھانے کے لیے دواء استعمال کرسکتا ہے؟ فقہ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرد کو اس کے لیے دواء استعمال کرنا مکروہ ہے البتہ عورتوں کے لیے بلا کراہت جائز ہے جب

کہ اس کا مقصد شوہر کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنی ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ:۳۵۶/۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میری والدہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رخصت کر کے بھیجنے سے قبل مجھے موٹا ہونے کے لیے دواء کھلاتی تھیں لیکن ایک بھی دواء کارگر ثابت نہیں ہوئی یہاں تک کہ مجھے پکے کھجور میں خربوزہ ملا کر کھلائی تو میں اچھی خاصی موٹی ہوگئی''۔ (سنن ابی داؤد باب باب فی السمنۃ:۵۴۵/۲)

وزن گھٹانا:

جس طرح عورت کو موٹا ہونے کے لیے کھانا یا دواء کا استعمال درست ہے اسی طرح موٹاپا گھٹانے کے لیے دواء کا استعمال درست ہے کیوں کہ بسا اوقات موٹاپے کی وجہ سے عورتیں طرح طرح کی بیماریوں سے دوچار ہوجاتی ہیں ان بیماریوں سے بچنے یا وزن گھٹانے کے لیے دواء استعمال کرسکتی ہیں۔ اسی طرح مرد بھی بلا کراہت موٹاپا کم کرنے اور وزن گھٹانے کے لیے دواء استعمال کرسکتا ہے۔ (المفصل فی احکام المرأۃ:۱۰۲/۳)

قوت باہ میں کمی کے لیے دواء کا استعمال:

نفس کو حرام کاموں سے روکنے اور اس کی حفاظت کی غرض سے شہوانی قوت کو کم کرنے کے لیے مرد و عورت کو دواء استعمال کرنے کی اجازت ہے البتہ بالکل ہی شہوانی قوت کو ختم کرنے کے لیے دواء کا استعمال درست نہیں ہے۔ (المفصل فی احکام المرأۃ:۱۰۳/۳)

اضافہ کے لیے دواء کا استعمال:

حق زوجیت ادا کرنا مرد کے اوپر واجب ہے۔ حقوق زوجیت ادا نہ کرنا اور بیوی کو معلقہ بنا کر رکھنا ظلم ہے لہٰذا حق زوجیت سے محرومی کی صورت میں عورت فسخ نکاح کا مطالبہ قاضی کے یہاں کرسکتی ہے۔ اگر مرد کی شہوانی قوت میں کمی ہوگئی ہو تو اس میں

اضافہ کے لیے دواء کا استعمال کرسکتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں دواء کا استعمال واجب بھی ہوجائے گا جب کہ عورت زنا پر مجبور ہوجائے۔

اسی طرح اگر عورت کی قوت شہوانی میں کمی آ گئی ہے تو اس میں اضافہ کے لیے دواء استعمال کرسکتی ہے۔ لیکن قوت شہوانی میں اضافہ کے لیے صرف شادی شدہ عورت دواء استعمال کرسکتی ہے۔ (المفصل فی احکام المرأۃ:۳/۱۰۳-۱۰۴)

دعاء تعویذ

مریض کی شفاء کے لیے کچھ دعائیہ کلمات پڑھ کر پھونکنے کو عربی میں رقیہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی ایسا ہوا کرتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں اپنے جسم مبارک پر معوذتین پڑھ کر پھونکتے تھے۔لیکن جب مرض میں شدت آ گئی تو میں پڑھ کر پھونکتی اور برکت حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ملتی تھی''۔(صحیح البخاری باب الرقی بالقرآن والمعوذات)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے لوگوں کی جھاڑ پھونک کرتے، اپنے داہنے ہاتھ سے چھوتے اور فرماتے:

''اذهب البأس رب الناس واشفه انت الشافي، لا شفاء إلا شفاء ک شفاء لايغادر سقماً''.(صحیح البخاری باب دعاء العائد للمریض:۸۵۵/۲)

اے لوگوں کے پروردگار اس سے تکلیف کو رفع فرما اور اس کو شفایاب کر۔تو شفا دینے والا ہے۔ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے رکھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک بچی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا تو فرمایا:

''اس کو پھونکواؤ کہ اس بچی کو نظر لگ گئی ہے''۔(صحیح البخاری:۸۵۴/۲)

دعاء تعویذ کے شرائط:

دعاء تعویذ یا جھاڑ پھنک کرانے کچھ لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں اور لاعلمی میں شرکیہ کلمات کے ذریعہ پھونکنے والوں کے پاس چلے جاتے ہیں اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے اس بارے میں فقہاء کرام نے تین شرطوں کے ساتھ جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

(۱) دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک کے کلمات، کلام اللہ، یا اللہ کے نام وصفات کے ذریعہ ہو اگر اس کے علاوہ ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہے۔

(۲) عربی زبان یا ایسی زبان میں جس کو سمجھا جاتا ہو اور اس میں شرک کے کلمات نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک کے کلمات نہ ہوں۔(ابوداؤد)

(۳) دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک کرنے والا اور مریض کا اعتقاد ہو کہ مرض سے شفا دینے والا اللہ ہی ہے جھاڑ پھونک تو صرف سبب اور ذریعہ ہے۔(المفصل فی احکام المرأۃ:۳/۱۱۵)

عورت کا دعاء تعویذ کرنا:

عورت اپنے شوہر کو دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک کرسکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتے تھے۔ جب مرض میں شدت آ گئی تو میں معوذات پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھونکتی تھی۔ حضرت معمر (راوی) رحمہ اللہ کہتے ہیں:

میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے پھونک کی صورت دریافت کی تو کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پر پڑھ کر پھونکتے پھر اس کو اپنے چہرے پر مل دیتے۔ (صحیح البخاری مع فیض الباری:۱۰/۲۰۹-۲۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے ہاتھ پر پھونکر اس سے اپنے شوہر کے چہرہ کو مل سکتی ہے۔ اسی طرح عورت دیگر محارم باپ، دادا، اولاد اور بھائی کو دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک کر سکتی ہیں۔

دعاء تعویذ کی اجرت:

دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا درست ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کا پانی کے پاس ٹھہرے ہوئے لوگوں کے پاس گزر ہوا ان میں سے ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا تھا تو صحابہ کرام کے پاس ان میں سے ایک شخص نے آ کر کہا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے کہ ہمارے لوگوں میں سے ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے تو صحابہ کرام میں سے شخص ایک اس کے پاس گئے اور چند بکریوں کے عوض سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونک دیا۔ وہ شخص ٹھیک ہوگیا۔ وہ صحابی بکری لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ صحابہ کرام نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تو نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام مدینہ آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کتاب اللہ پر اجرت لیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس چیز پر تم اجرت لینے کے زیادہ حقدار ہو وہ کتاب اللہ ہے''۔ (صحیح البخاری:۲/۸۵۴)

جادو

جادو سحر ایک فن ہے اس کے جاننے والے جادو کرتے بھی ہیں اور اتارتے بھی ہیں اور یہ الگ بات ہے کہ ایسا کرنے والے عموماً سفلی عمل کرتے ہیں۔ جادو کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو شباب پر تھا۔ آیات قرآنیہ میں جگہ جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں مصر کے جادوگروں کا تذکرہ آیا ہے۔

اسلام میں جادو سیکھنا اور سکھانا جائز نہیں ہے۔ نصوص قرآنیہ میں اس کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے۔ قوم یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سحر کی نسبت کرتے ہیں کہ ان کی دور حکومت میں اس کی اجازت تھی اس کی تردید میں اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا، يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هٰرُوْتَ وَمٰرُوْتَ، وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ، فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ، مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلٰقٍ“. (سورۃ البقرہ:۱۰۲)

اورانہوں نے ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (خبیث جن حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا، مگر شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو

اوراس علم کے پیچھے ہو لئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لیے ہیں سو تو کافر مت ہو پھر ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اوراس کی عورت میں اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ۔

واضح رہے کہ جادو اثر انداز ہوتا ہے، جادو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی کیا گیا تھا۔ روایت میں ہے:

''لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جادو کیا تھا اوراس نے وہ جادو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی سے بال سنوارتے وقت جو بال گرا تھا اس کو لیکر کنگھی کے دانوں اور مذکر کھجور کے درخت کے خوشے میں کیا تھا اوراس کو (مدینہ میں واقع بنی زریق کے باغ والے) کنوے میں رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ اس کنوے کے پاس آئے اوراس کو نکال کر دفن کروادیا''۔ (صحیح البخاری: ۸۵۸/۲)

جادو کے اتارنے کا ایک طریقہ معوذات (سورۃ فلق وسورۃ ناس) پڑھ کر پھونکنا ہے۔ یا بعض عاملین اپنی قوت عمل سے بھی اتارتے ہیں۔ لیکن اگر عامل کی قوت جادو کی قوت سے کم ہوتی ہے تو جادو کا اتارنا دشوار ہوجاتا ہے۔

جنات:

جنات کے وجود کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اس لیے اس کے وجود سے انکار کرنا درست نہیں ہے۔ جنات اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگ وہم کے شکار نہیں ہوتے ان پر جنات کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کے بنسبت زیادہ وہم کا شکار رہتی ہیں اس لیے عورتوں پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے اثر کی مختلف وجوہ ہوتی ہیں:

(۱) کبھی تو وہم کے شکار ہونے سے ابتدا ہی میں اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے اور اس کے بعد مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کا اثر زائل کرنے کے لیے جس طرح دعاء وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح ازالہ مرض کے لیے علاج کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) اور اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ جب انسان زیادہ دن جسمانی مرض میں مبتلا رہتا ہے اور علاج سے حسب خواہش فائدہ نہیں ہوتا تو جناتی اثر کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ پھر یہی شبہ جنات کے واقعی اثر ڈالنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

جنات کے اثر کو زائل کرنے کا بڑا ذریعہ مشائخ محققین کی دعاء تعویذ اور توجہ ہے۔ بعض عاملین اپنی قوت عمل سے بھی جنات کے اثرات اتارتے ہیں۔

صحت وعافیت کی دعا:

علاج ومعالجہ کے طریقوں کو اختیار کرنے ساتھ اللہ رب العزت سے صحت وعافیت کے لیے دعاء بھی کرتے رہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحت وعافیت کی دعاء کیا کرتے تھے:

"اللھم انی اسئالک الصحۃ والعفۃ والامانۃ وحسن الخلق والرضابالقدر". (نسائی عمل الیوم واللیلۃ)

اے اللہ میں آپ سے صحت وعفت، امانت داری، حسن اخلاق اور رضا بالقدر مانگتا ہوں۔

آخیر میں اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ ہمیں صحت وعافیت کی دولت سے نوازے۔ (آمین)

تمت بالخیر والحمد للہ اولہ وآخرہ